ماہنامہ

مِلّیَة

فیصل آباد پاکستان

صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

بمطابق جنوری 2013ء

www.milliafsd.com

سلامٌ هي حتّى مطلع الفجر

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحُسینی شاہ صاحب قدس سرّہٗ

حمدِ باری

حَمدِ باری مِری زباں پر ہے
وَجد طاری مِری زباں پر ہے

دَم بدَم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
ذِکر جاری مِری زباں پر ہے

ہے تصوّر میں رَوضۂ اطہر
نعت پیاری مِری زباں پر ہے

نعت گوئی مِرا شِعار ہُوئی
کِس نے واری مِری زباں پر ہے؟

ذِکرِ پیاروں کا چار یاروں رضؓ کا
باری باری مِری زباں پر ہے

حرفِ مطلب اَدا نہیں ہوتا
عرض بھاری مِری زباں پر ہے

صبرِ جانکاہ میرے دل میں ہے
شُکرِ باری مِری زباں پر ہے

شب کا پچھلا پہر ہے، اور نفیسؔ
آہ و زاری مِری زباں پر ہے

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ
مِلّیہ
فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

صفر المظفر ۱۴۳۴ھ جلد نمبر 9

بمطابق

جنوری 2013ء شمارہ نمبر 2

فہرست مضامین

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبد القادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینی

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر

حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر

جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے — پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ مِلّیہ — جامعہ مِلّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

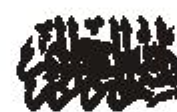
ناشر...... حبیب الرحمٰن لدھیانوی — مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

Decl No. 3483-85

کلمة الحبیب

بہانۂ علم کارِ شیطان

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی:

لگتا ہے کراچی میں علماء حق کو قتل کرنے کی پہلی فہرست ختم ہو گئی تھی، اسی لئے ایک نئی فہرست ایم کیو ایم کے سربراہ الطاف حسین کی ہدایت پر تیار کی گئی ہے۔ اور اس پر عمل در آمد بھی شروع کر دیا گیا۔ اس کا پہلا نشانہ مدرسہ احسن العلوم بنا ہے، جس کے کئی بچے اور استاد شہید کر دیئے گئے ہیں۔

یہ فہرست ملالہ یوسف زئی پر حملہ کے ردّ عمل میں بنائی گئی۔ کہا یہ جاتا ہے کہ ریاست میں ریاست قائم نہیں ہونے دی جائے گی، اسی لئے یہاں پر کئی مسلح تنظیموں پر پابندی عائد کی گئی ہے، اور اسی وجہ سے سوات میں آپریشن کیا گیا اور قبائلی علاقوں میں بھی آپریشن کیا جا رہا ہے۔ مگر ایم کیو ایم نے کراچی میں جو علماء کے قتل کی فہرستیں بنائی ہیں ان کو ریاست میں ریاست نہیں سمجھا جا رہا، اسی لئے اس پر ہماری مرکزی یا صوبائی حکومت کی طرف سے آپریشن نہیں کیا جا رہا، اس کی ایک وجہ تو حکومتی اتحادی ہونا ہے۔

چنانچہ جب لندن میں ایم کیو ایم کے دفتر پر سکاٹ لینڈ یارڈ نے چھاپہ مارا تو ہمارے وزیر داخلہ باقاعدہ ان کو بچانے کے لئے لندن پہنچے اور وہاں جا کر یہ بیان دیا کہ ایم کیو ایم ہماری اتحادی ہے، اس کی عزت کو خاک میں نہ ملایا جائے۔ اور دوسری وجہ ایم کیو ایم کا سیکولر ہونا بتایا جاتا ہے۔ سیکولر ہونے کی وجہ سے ایم کیو ایم عالمی گماشتوں کی منظور نظر ہے۔ اسی لئے ایک طویل عرصہ سے اس جماعت کا گورنر چلا آ رہا ہے۔

۱۰ دسمبر ۲۰۱۲ء کو فرانس میں ملالہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے عالمی سطح پر جو کانفرنس منعقد کی گئی ہے، اس جیسا پہلے کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اس میں عالمی سطح کے مقتدر نمائندے شریک ہوئے ہیں، اور اسی دن پاکستان کی قومی اسمبلی میں قرارداد کے ذریعہ ملالہ کو دختر پاکستان کا خطاب دیا گیا، اور سوات میں ایک کالج کو ملالہ کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اس کے بعد اب اس بات میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا کہ ملالہ یوسف زئی پر حملہ کے نام پر باقاعدہ ایک ڈرامہ تشکیل دیا گیا تھا، جس کا مقصد عالمی سطح پر مسلمانوں اور خاص کر پاکستان میں مذہبی تعلیم وتربیت کا قلع قمع کرنا ہے۔

غیر مسلم طاقتیں یہ بات سمجھ چکی ہیں کہ عالمی سطح پر نائن الیون کے بعد نہ صرف مسلمان نوجوانوں میں تیزی کے ساتھ مذہب کی طرف رجحان بڑھتا جارہا ہے بلکہ یورپ وامریکہ میں غیر مسلم بھی اسلام میں دلچسپی لینے لگے ہیں، اور اسلامی کتابوں کا مطالعہ کر کے اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

میڈیا کے مطابق سوات کی ایک طالبہ ملالہ یوسف زئی پر طالبان نے قاتلانہ حملہ کیا اور بعد میں طالبان سے اس کی ذمہ داری بھی قبول کرالی گئی۔ اس واقعہ کے بعد سوات کے علاقے میں سراسیمگی پھیل گئی اور لڑکیوں نے سکول جانا چھوڑ دیا۔ معاملہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو سکول کھول دیئے گئے اور والدین نے حوصلہ کر کے اپنی بچیوں کو سکول بھیجنا شروع کر دیا۔ ادھر ملالہ بھی حیرت انگیز طور پر بہت جلد صحت مند ہوگئی اور مشرق تا مغرب حکومتوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں نے ملالہ کو اعزازات سے نوازنا شروع کر دیا جبکہ ملالہ کے آبائی علاقے کے لوگ اس واقعہ کے بعد نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوگئے اور ملالہ مخالف جذبات نے جنم لینا شروع کر دیا، اور حالات کی اصل حقیقت دنیا کے سامنے کھل کر آ گئی۔ اس کی ایک حالیہ مثال سوات کی طالبات کا ملالہ کے خلاف شدید احتجاج ہے۔

عالمی شہرت یافتہ طالبہ ملالہ یوسف زئی کے آبائی ضلع سوات کے علاقے سیدو شریف میں ایک گرلز کالج کو ملالہ سے منسوب کرنے کے خلاف طالبات نے سخت احتجاج کیا۔ ''گورنمنٹ ملالہ کالج فار گرلز'' کی ڈیڑھ سو سے زائد طالبات اپنی کلاسوں کا بائیکاٹ کرنے کے بعد سڑک پر نکل آئیں اور کالج

کے باہر آویزاں ملالہ کی تصاویر پھاڑ ڈالیں اور ان پر پتھر برسائے۔ اس کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ کالج فار بوائز کے سات سو طلبا نے بھی احتجاجی جلوس نکالا، جس میں مطالبہ کیا گیا کہ ملالہ کا نام واپس لے کر کالج کا پرانا نام بحال کیا جائے۔ سوات کی طالبات کے اندر ملالہ کے خلاف غم وغصہ پایا جاتا ہے جس کا احتجاج کی صورت میں اظہار کیا گیا۔ گرلز کالج کو ملالہ کے نام منسوب کرنے کو زیادتی قرار دیا جا رہا ہے۔ ملالہ کی تصاویر پر پتھر برسانے والی طالبات کا کہنا تھا کہ ملالہ خود تو غیر ملکی طاقتوں کے بل بوتے پر برطانیہ منتقل ہوگئی لیکن ہم جیسے غریبوں کو اس کے برطانیہ جانے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ میڈیا سے بات کرتے ہوئے ایک طالبہ نے کہا کہ جب ملالہ کو پاکستان واپس آنا ہی نہیں تو پھر اس کے نام سے تعلیمی درسگاہوں کو منسوب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان طالبات کے باپ ملالہ کے باپ کی طرح ''سمارٹ'' نہیں اور نہ ہی مغربی میڈیا تک ان کی رسائی ہے۔ ان لوگوں کو اس پاکستان میں رہنا ہے جو کہ دنیا میں ''طالبان'' کا پاکستان کہلاتا ہے۔ مغرب پاکستانی منفی ردعمل کو نام دینے میں تاخیر نہیں کرتا، ہوسکتا ہے کہ کل کلاں مغرب ملالہ کے خلاف احتجاج کرنے والی انہی لڑکیوں کو ''طالبان کی طرح ''طالبات'' کا نام دیدے۔

ملالہ کو اعلیٰ اعزازت سے نوازا جا رہا ہے، اس کا کریڈٹ زرداری حکومت نے حاصل کیا، اس کے پس پردہ حقائق عنقریب دنیا کے سامنے آجائیں گے۔ اس حکومت نے ملالہ کے باپ کو دنیا میں یو این میں عہدہ بھی دلوا دیا، نام دلایا۔ اقوام متحدہ کی جانب سے پہلی بار لڑکیوں کا عالمی دن منایا گیا۔ اقوام متحدہ نے دنیا بھر میں لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے ملالہ کے نام سے ایک فنڈ قائم کرنے کا اعلان کیا جبکہ ملالہ کے والد ضیاء الدین کو تعلیم کے لئے عالمی ادارے کا خصوصی سفیر مقرر کیا گیا ہے۔ کچھ حلقوں کا کہنا ہے کہ ملالہ اور اس کی فیملی کو امریکہ منتقل کر دیا جائے گا۔ ملالہ پر قاتلانہ حملے کی خبر کے بعد دنیا بھر میں اس کی زندگی کے لئے دعائیں کی گئیں اور اس کی سلامتی پر شکرانہ ادا کیا گیا۔ ملالہ کو ''دخترِ پاکستان'' کا خطاب بھی دیا گیا ہے، ملالہ یوسف زئی کے واقعہ سے پریشان طالبات بھی پاکستان کی بیٹیاں ہیں، ان کے خدشات دور کرنے کی فوری ضرورت ہے ورنہ ان کا غم وغصہ ان کو

''طالبات'' بنادے گا۔

طلباء اور طالبات کے ان مسلسل مظاہروں کی وجہ سے گورنمنٹ نے غیر معینہ مدت کے لئے کالج کو بند کر دیا ہے۔ اگر واقعی گورنمنٹ کا پروگرام لڑکیوں کو تعلیم دینے کا ہے تو کالج کیوں بند کر دیا گیا، چاہیے تو یہ تھا کہ طالبات کے مطالبہ پر کالج کا پرانا نام بحال کر کے تعلیم کو جاری رکھا جاتا، مگر معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم مقصد نہیں بلکہ کچھ اور ہی مقصود ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ سوات ہی کے علاقے کی لڑکی کو کیوں استعمال کیا گیا۔ یاد رکھیں کہ اس سے پہلے سوات ہی میں ایک لڑکی کو زنا کے جرم میں کوڑے مارنے کی جعلی وڈیو بھی بنائی گئی تھی۔ اس جعلی وڈیو بنانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان دنوں سوات میں اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریک چل رہی تھی۔ اور حکومت وقت نے وہاں کے عوام کا یہ مطالبہ منظور کر لیا تھا، اس پر فریقین میں معاہدہ بھی ہو گیا تھا، مگر دشمنان اسلام کو یہ کسی صورت قبول نہیں تھا، اس لئے ایسی فلم بنائی گئی کہ جس سے عوام میں انتشار پیدا ہو، چنانچہ اس فلم کو بنیاد بنا کر سوات میں آپریشن کیا گیا۔ جس کی صدائے بازگشت آج بھی سنائی دے رہی ہے۔ اُس آپریشن کے اُجڑے آج تک نہیں بسائے جا سکے۔

اب ملالہ والا ڈرامہ اس لئے کیا گیا کہ لال مسجد میں شہید ہونے والی لڑکیوں کی اکثریت اسی علاقے سے تھی۔ یہاں کے لوگ دیندار ہیں، وہ لوگ اپنی بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے دینی مدارس میں داخل کراتے ہیں۔ یہاں پر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس علاقے میں دینی مدارس سے رجحان کو ختم کر کے غیر ملکی نظام تعلیم کو متعارف کرایا جائے۔ تو اس کے لیے ملالہ کے لادین والد کی خدمات حاصل کی گئیں، جس کی لڑکی کو برین واشنگ کر کے بیانات دلوائے گئے۔ اور پھر یہ ڈرامہ رچا دیا گیا۔

برصغیر میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد یہی کچھ کیا گیا تھا کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد ختم کر کے ایسا تعلیمی نصاب ونظام دیا جائے جس میں نام کے مسلمان تو ہوں مگر کام میں کافروں سے بھی بدتر زندگی گزارنے والے ہوں۔ اس کام کا بیڑہ سر سید احمد خان نے اٹھایا تھا۔ ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور قائم ہوئے۔ ان اداروں کے قیام کا مقصد جنگ آزادی کے

بعد بکھری ہوئی مسلمان قوم کو اکٹھا کر کے دینی تعلیم کا فروغ تھا۔انگریز کو ان مدارس کے قائم ہو جانے سے خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہ ملاں لوگ ہمارے خلاف ایک نئی پود پیدا کر رہے ہیں،اس کا بہترین حل یہ ہے کہ اس نصاب تعلیم کے مقابلے میں اپنا نصاب تعلیم دیا جائے۔چنانچہ اس کام کے لئے ۱۸۷۰ء میں سر سید احمد خان کو لندن بلوایا گیا اور نصاب تعلیم دے کر علی گڑھ میں مسلم یونیورسٹی کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کر دیا گیا۔

یاد رکھیں! دینی مدارس اور علی گڑھ میں پڑھائے جانے والے علوم صرف نصاب تعلیم تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ یہ نظام تعلیم بھی تھے۔جس کے اثرات اس کے پڑھنے والوں کی زندگی پر مرتب ہوتے تھے۔دینی مدارس نے اپنے پڑھنے والا طالبعلم کو دینی رجحان رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی بودو باش،وضع قطع،پوشاک،تقویٰ،سادگی،قناعت،غیرت مند،باضمیر،آزادی کا متوالا،شرم و حیا کا پیکر،وفاشعار،پاک طینت،خدمت گزار،دوسروں کا حق ادا کرنے والا،سود و قمار کا مخالف،شراب و شباب،رقص وسرور سے کوسوں دور،جیسے لوگ پیدا کئے۔جبکہ انگریز نے سر سید احمد خان کے ذریعہ جو نظام تعلیم دیا اس میں سب سے پہلے لباس،وضع قطع کو تبدیل کیا،پھر ایسے لوگ پیدا کئے جو شراب و کباب کے دلدادہ،سودی نظام کو مربوط کرنے والے،نائٹ کلبوں کو آباد کرنے والے،دوسروں کا حق دبانے والے،غلام ذہنیت کے حامل،بودو باش میں غیر ملکی،دوسرے کی زبان اور دوسرے کے قانون پر فخر کرنے والے،خود بین،خود فروش،انگریز کے تلوے چاٹنے والے لوگ پیدا کئے۔اور یہ سب کچھ تعلیم کے نام پر ہوا۔جس کو اکبرالٰہ آبادی نے اپنے انداز میں یوں کہا

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یعنی فرعون نے اپنی حکومت بچانے کے لئے بنی اسرائیل کے ستر ہزار بچے قتل کئے،اور بدنام ہوا،اگر فرعون کالج کھول دیتا تو قتل عام کرنے کی ضرورت نہ تھی،بلکہ اس کے کالج کے پڑھے ہوئے لوگ اس کے بے دام غلام بن جاتے۔

ان تمام باتوں کا مطلب یہ نہیں کہ جدید علوم کو نہ پڑھائے جائیں بلکہ جدید علوم کو پڑھنا مسلمانوں کے لئے جتنا آج ضروری ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہو، مگر مسئلہ یہ ہے کہ ان جدید علوم کی آڑ میں مسلم امہ کو جس راستہ پر چلایا جارہا ہے وہ بہت ہی زیادہ مہلک ہے۔ اور ایسا مہلک کہ جس سے نسلیں تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس خطہ میں جو بھی بُرائی آئی ہے وہ سب اسی تعلیمی نظام کا مرحون منت ہے۔ اس تعلیم کو نئی تہذیب میں ڈھال کر ہمارے لئے ایمان کا سودا کیا جارہا ہے۔ نئی تہذیب کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب انڈے ہیں گندے

آج پورا میڈیا اس بات پر لگا ہوا ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے یہاں کے بسنے والے راسخ العقیدہ مسلمانوں سے ان کی شناخت چھین لی جائے۔ اسی لیے نوجوان لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر خاندانی نظام کو تباہ کیا جارہا ہے۔ آجکل الیکٹرانک میڈیا پر ایک اشتہار چلایا جارہا ہے: پڑھنے لکھنے کے سوا...... پاکستان کا مطلب کیا۔ بظاہر تو یہ بہت ہی پُرکشش نعرہ ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہی نعرہ ہماری نسل کی تباہی کا باعث ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اصل نعرہ یہ ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا...... لا الہ الا اللہ۔ پاکستان کی بنیاد کا باعث لا الہ الا اللہ کا کلمہ ہے مگر اسی کلمہ کو پس پشت ڈال کر نئی تہذیب کے اس نظام تعلیم کی طرف قوم کو متوجہ کیا جارہا ہے جو کہ مذہب بیزار ہے، لادین ہے، سیکولر ہے۔ تعلیم اور آزادیٔ رائے کو بنیاد بنا کر ٹی وی میڈیا پر ننگے ناچ گانے، اخلاق باختہ باتیں اور حیا سوز مناظر دکھا کر قوم کا اللہ اور اس کے رسول سے رشتہ ناتہ توڑنے کا سبق دیا جارہا ہے۔ ہم اس پر مولانا ظفر علی خان مرحوم کا شعر ہی حرف آخر سمجھتے ہیں، انہوں نے اس نظام تعلیم وتہذیب کو بڑے قریب سے دیکھا تھا اور اس کے متعلق جلے کٹے دل سے کہا تھا:

تہذیبِ نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

رئیس الاحرار

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے نظریات!

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے اپنے معاصرین کے نام خطوط کا مجموعہ ان دنوں میرے زیر مطالعہ ہے۔ جو ان کے پوتے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ آف فیصل آباد نے مرتب کیا ہے اور وہ اسے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس کا غیر مطبوعہ مسودہ انہوں نے مجھے مطالعہ کے لیے دیا ہے اور میں عید الفطر کی تعطیلات کے دوران اس کے ذریعے برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کی گزشتہ ڈیڑھ سو برس کی سیاسی و تحریکی تاریخ کے مختلف گوشوں کی سیر کر رہا ہوں۔ ایک ایسی سیر جس میں تفریح کم اور عبرت زیادہ ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰنؒ جنوبی ایشیا کی سیاسی تاریخ اور برصغیر کی تحریک آزادی کی جدوجہد میں ایک بڑا نام ہے، جبکہ اپنے خاندانی پسِ منظر میں اس نام کی بڑائی اور زیادہ نمایاں نظر آنے لگتی ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا تعلق علمائے لدھیانہ کے اس خاندان سے ہے، جسے تاریخ میں اپنے امتیازات کا ادراک و احساس بھی ہے اور اس پر بجا طور پر فخر بھی ہے، جس کا اظہار مختلف حوالوں سے وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی سے قبل برطانوی استعمار کے تسلط کے خلاف جہاد کا فتویٰ سب سے پہلے اسی خاندان کے بزرگ مولانا عبد القادر لدھیانویؒ نے دیا تھا اور صرف فتویٰ ہی نہیں دیا، بلکہ اپنے بیٹوں اور رفقاء سمیت اس جنگ میں عملاً حصہ بھی لیا تھا۔ یہ بات بھی تاریخ کے ریکارڈ میں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اپنی خود ساختہ نبوت کے لیے پر پرزے نکالنے شروع کیے تو اس کے کفر کا فتویٰ بھی سب سے پہلے اسی خاندان کے بزرگ مولانا محمد لدھیانویؒ نے صادر کیا تھا، یہ اس دور کی بات ہے جب برصغیر کے بعض اکابر علمائے کرام کو مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگانے میں اپنی تحقیق کی بنیاد پر ابھی تردد تھا اور لدھیانوی علماء سے اس سلسلے میں ان کے مباحثے بھی

ہوئے تھے، پھر یہ خاندان اس بات کو بھی اپنے تاریخی امتیاز اور اعزاز کے طور پر بیان کرتا ہے کہ برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں غیر مسلم ہم وطنوں، بالخصوص ہندوؤں کے ساتھ اشتراکِ عمل پر بہت سے دینی و علمی حلقوں میں تحفظات پائے جاتے تھے اور غیر مسلموں کے ساتھ مل کر آزادی کی تحریک چلانے کو عام طور پر شرعی حوالوں سے درست نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس دور میں کانگریس میں مسلمانوں کی شمولیت و شرکت کے جواز کا فتویٰ بھی اسی خاندان نے سب سے پہلے دیا تھا، جس کی پاسداری اس خاندان کے علماء نے قیامِ پاکستان تک پورے حوصلے کے ساتھ کی۔

مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا شوکت علیؒ کی قیادت میں جب تحریکِ خلافت کا غلغلہ بلند ہوا تو یہ برصغیر کی پہلی سیاسی تحریک تھی جو آئندہ چل کر نصف درجن کے لگ بھگ سیاسی تحریکوں کی نرسری ثابت ہوئی۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اس کے اہم رہنماؤں میں سے تھے، جبکہ پنجاب خلافت کمیٹی کے سربراہ تھے اور جب تحریکِ خلافت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد پنجاب تحریکِ خلافت کے رہنماؤں نے مجلس احرارِ اسلام کے نام سے نئی مورچہ بندی کی تو مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اس کے پہلے سربراہ چنے گئے اور انہوں نے سالہا سال تک اس حیثیت سے آل انڈیا مجلس احرارِ اسلام کی قیادت کی۔

تحریکی و سیاسی تگ و تاز کے دوران اپنے معاصرین کے ساتھ ان کی ملاقاتیں بھی رہیں اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ ان میں علمائے کرام بھی ہیں، سیاستدان بھی ہیں، دانش ور اور مفکرین بھی ہیں اور سماجی رہنما بھی ہیں، ان معاصرین میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ محمد اقبالؒ، قائداعظم محمد علی جناحؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، پنڈت جواہر لال نہرو، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ اور لیاقت علی خانؒ جیسی اہم شخصیات شامل ہیں۔ ان اکابر کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی خط و کتابت کو دوطرفہ بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے اور ان کے جوابی خطوط بھی شامل کیے گئے ہیں۔ یہ خطوط جہاں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے فکر و نظر کے مختلف زاویوں، جہد و عمل کے اہداف و مقاصد، حکمت و تدبر کے متنوع پہلوؤں اور حوصلے و استقامت کی بلندیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، وہاں برصغیر کی سیاسی تاریخ کے بہت سے عقدوں کی

گرہ کشائی بھی کرتے ہیں، جبکہ بعض مواقع پر نئی گرہیں اور عقدے پیدا ہوتے بھی نظر آتے ہیں، جو کسی بھی غیر جانبدار مؤرخ کے لیے ایک امتحان سے کم نہیں ہیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا شمار تحریک پاکستان کے سرکردہ مخالفین میں ہوتا ہے، حتیٰ کہ تقسیم ہند کے موقع پر وہ مشرقی پنجاب کی ہنگامہ خیز صورت حال کے باعث وقتی طور پر پاکستان میں آئے اور انہیں حکومت پاکستان کے ذمہ دار حضرات کی طرف سے یہاں قیام کی پیشکش بھی ہوئی، لیکن انہوں نے اس پر معذرت کرتے ہوئے صرف یہ فرمائش کی کہ انہیں ہوائی جہاز کے ذریعے دہلی بھجوا دیا جائے، جو پوری کردی گئی۔ اس کے بعد وہ مشرقی پنجاب کے لٹے پٹے مسلمانوں کی بحالی اور دلجوئی میں مصروف ہو گئے۔ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی بتدریج بحالی اور ان کی مساجد و مزارات کی واگزاری کی جانگسل محنت کے علاوہ ان کا ایک اہم کارنامہ یہ شمار ہوتا ہے کہ پاکستان آنے والے مہاجرین کی جو خواتین اور لڑکیاں سکھوں اور دیگر غیر مسلموں نے زبردستی روک لی تھیں، انہیں تلاش کر کے ان کے خاندانوں تک پہنچانے کی مہم شروع کی۔ اس مہم میں انہوں نے پاکستان میں ممتاز مسلم لیگی خاتون رہنما صاحبزادی محمودہ بیگم کے ساتھ مل کر ایک نیٹ ورک قائم کیا۔ وہ مشرقی پنجاب میں ایسی لڑکیوں کو تلاش کر کے صاحبزادی محمودہ بیگم کے پاس پہنچاتے تھے اور صاحبزادی صاحبہ مرحومہ ان کے خاندانوں کو تلاش کر کے انہیں ان کے سپرد کر دیتی تھیں یا بے سہارا ہونے کی صورت میں ان کی کفالت کا انتظام کرتی تھیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ تحریک پاکستان کے ان مخالفین میں سے تھے، جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد بھی اپنے مؤقف پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہیں کی اور اپنے مؤقف کا کھلم کھلا اظہار کرتے رہے۔ ان کے مؤقف اور رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے جو ہر صاحب نظر کا حق ہے، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مؤقف خود ان کی زبان سے پڑھ لیا جائے، جو زیر نظر مجموعے میں 23 مارچ 1947ء دارالعلوم دیوبند میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے ایک خطاب کے حوالے سے یوں مذکور ہے...... ”انگریز ہندوستان سے جا رہا ہے، مگر اس طور پر کہ ہندوستان کو ٹکڑے اور مسلمان قوم کو تقسیم کر کے۔ تمہیں معلوم ہے کیوں؟ میں تم کو بتاتا ہوں، تاریخ اٹھا کر دیکھو۔ ہندوستان کی آزادی میں مسلمان قوم کا زیادہ حصہ ہے، سب سے زیادہ مشکلات مسلمان قوم نے اٹھائیں، سب سے زیادہ

مار مسلمان قوم نے کھائی، سب سے زیادہ نقصان مسلمان قوم کا ہوا۔ وہ اس لیے کہ انگریز نے اقتدار مسلمان قوم سے چھینا تھا۔ قدرتی طور پر شدید ردعمل مسلمان قوم ہی کی طرف سے ہوا۔ ہندو تو ایک ہزار سال سے مسلمانوں کا محکوم تھا، اگر وہ مسلمانوں کی حکمرانی سے نکل کر انگریز کی حکمرانی میں آ گیا تھا تو اس پر اس کا کوئی اثر نہیں تھا۔ محکوموں پر حاکم بدل جانے سے کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ حاکم قومیں غلامی کی ذلت برداشت نہیں کر سکتیں۔ مسلمان ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے۔ انگریز کو ڈر ہے کہ مسلمان بحیثیت قوم کہیں پھر سے مجتمع ہو کر قوت نہ بن جائیں، اس لیے مسلمانوں کو تین جگہ پر تقسیم کیا جا رہا ہے۔

دوسری بات یہ ذہن میں رہے کہ پاکستان انگریز کے چنگل سے نکل کر امریکہ کے چنگل میں چلا جائے گا، اس کے فیصلے امریکہ میں ہوا کریں گے۔ پاکستان انگریز اور امریکہ کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کی سرحدیں افغانستان کے ذریعے روس سے ملتی ہیں۔ روس میں سوشلسٹوں کی حکمرانی ہے۔ نیز روس بذات خود ایک عالمی طاقت کی شکل میں ابھر رہا ہے۔ کانگریس میں جواہر لال نہرو سمیت کئی لیڈر سوشلسٹ نظریات رکھتے ہیں۔ امریکہ کو خطرہ تھا کہ اگر ہندوستان کو اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا تو ہندوستان کی سوشلسٹ حکومت روس کے ساتھ مل کر ایک زبردست بلاک بنا لے گی، جس کی وجہ سے اشیا میں امریکہ کا ناطقہ بند ہو سکتا ہے، اس لیے ضروری تھا کہ ہندوستان اور روس کے درمیان ایک ایسی ریاست قائم کر دی جائے، جس کی وجہ سے یہ دونوں ملک آپس میں مل کر کوئی مضبوط محاذ نہ بنا سکیں۔ پاکستان کی ضرورت صرف اتنی سی ہے۔

جب تک پاکستان امریکہ کی یہ ضرورت پوری کرتا رہے گا، قائم رہے گا۔ پاکستان کی بقاء کا راز مادی طور پر امریکہ کی خوشنودی پر ہے۔ میرے خاندان نے تقریباً ڈیڑھ سو سال تک انگریز سے آزادی کی جنگ لڑی ہے، مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انگریز ہندوستان کو تقسیم کر کے جا رہا ہے۔ پاکستان کے لوگوں کو میں صرف اتنا کہوں گا کہ امریکہ کی مخالفت میں اتنا آگے نہ جائیں کہ پھر واپس ممکن نہ ہو سکے۔ امریکہ کی مخالفت کرو گے تو وہ بھی اپنا مطلب نکل جانے کے بعد پاکستان کے ٹکڑے کر دے گا۔ یاد رکھو! پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کی آخری پناہ گاہ ہے، اگر اس پناہ گاہ کو کچھ ہوا تو برصغیر کے مسلمانوں کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔"

ایک اعلان کافی ہے

اوریا مقبول جان

موت کے پروانے پر ہم خود دستخط کرتے ہیں اور پھر جب موت کے مہیب سائے ہماری جانب رقص کرتے ہیں، ہمارے گلی محلے خون میں نہانے لگتے ہیں تو ہم رات کو بحث کی محفل سجا لیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ بیرونی سازش ہے، کسی کو آپس کی نفرتیں یاد آجاتی ہیں، کسی کا تجزیہ معاشی ہوتا ہے اور کوئی حکمرانوں کی اہمیت اور صلاحیت پر سوال اٹھاتا ہے۔

اللہ جو اس کائنات کا خالق ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور پھر اس میں خیر اور شر' دونوں صلاحیتیں رکھ دیں اور اسے ایک مختصر مدت کے لیے اس دنیا میں بھیجا تاکہ یہ دیکھ سکے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بہتر اعمال کون کرتا ہے۔ اس خالقِ کائنات کا شکر گزار کون ہوتا اور کفران کون کرتا ہے۔ اس مختصر مدتِ قیام میں اُس اللہ نے انسان کو تنہا نہیں چھوڑا بلکہ ایک ایک لمحے پر زندگی گزارنے کے اصول و قوانین بتائے۔

قرآنِ پاک پڑھتے ہوئے آپ پر حیرت کا ایک جہان اس طرح کھلتا ہے کہ اللہ نے اپنے حقوق یعنی عبادات کے لیے کوئی تفصیل یا وضاحت بیان نہیں کی بلکہ اجمالاً ذکر کر دیا اور کہا کہ تمام تفصیلات تمہیں پیغمبر ﷺ بتا دیں گے۔ مثلاً نماز پڑھنے کے بارے بار بار کہا گیا لیکن کتنی رکعتیں ہوں گی، کیسے رکوع ہوں گے اور کیسے سجود کرو گے، کن اوقات میں کرو گے یہ سب تفصیلات مسلمانوں کو ہادیِ برحق ﷺ نے بتائیں۔

اسی طرح روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکامات کی تفصیل بھی ہمیں پیغمبر ﷺ کی زبانی معلوم ہوئی۔ لیکن جہاں زندگی گزارنے، معاشرے کو سنوارنے، انسانوں کے حقوق ادا کرنے اور اس دنیا کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کی بات آئی تو اللہ نے قرآن پاک میں کھول کھول کر ایک بات بتا دی، یہاں

تک کہ تم لوگوں کے گھروں میں سامنے والے دروازوں سے داخل ہو، کسی کی ٹوہ میں نہ لگا کرو، غیبت مت کرو، تمہارے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے، جو تمہاری ضروریات سے زیادہ ہے وہ مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کردو۔

یتیم کا خیال کرو، سائل کو مت جھڑکو، لوگوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دو۔ مرد گھروں سے باہر نکلیں تو نظریں نیچی رکھیں اور عورتیں اپنے آپ کو ڈھانپ کر باہر آئیں۔

غیبت اور بہتان سے بچو بلکہ اسے بدترین گناہ قرار دیا۔ معاشرے کے سب سے اہم ادارے خاندان کے تحفظ کے لیے والدین کی نافرمانی اور گستاخی کو شرک کے برابر گناہ قرار دیا۔ زندگی کا کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے جس میں اللہ نے انسان کو پیدا کر کے تنہا چھوڑا ہو اور اسے رہنمائی مہیا نہ کی ہو۔

اسی اللہ نے فرمایا: ''ہم نے قصاص میں تمہارے لیے زندگی رکھ دی ہے۔'' یعنی اگر تم قاتل کو قتل کے جرم میں موت کی سزا دیتے رہو گے تو پھر تمہارے معاشرے میں امن وسکون پروان چڑھتا رہے گا اور یہی تمہاری زندگی کی ضمانت ہے۔ لیکن انسانی حقوق اور انصاف کے علمبرداروں کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ہر اس بات کا انکار کرنا ہوتا ہے جو آئین پیغمبر ﷺ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے لیے دنیا جہان دلائل پیش کرتے ہیں۔

1996ء میں امریکہ میں پھانسی کی سزا کے خلاف تحریک زوروں پر تھی امریکہ میں چند ایک ریاستوں نے انسانی حقوق کی علمبردار تنظیموں کے زیر اثر اس سزا کا خاتمہ کر دیا تھا جبکہ باقی ریاستیں یہ سمجھتی تھیں کہ اگر قاتل کے دل سے سزا کا خوف ختم ہو گیا تو جرم میں اس قدر اضافہ ہو گا کہ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ اسی سال جولائی میں ٹیکساس کے شہر آسٹن کی یونیورسٹی میں ایک کانفرس تھی۔ ٹیکساس میں پھانسی کی سزا پر سختی سے عمل ہوتا تھا۔ میں بھی اُسی کانفرس میں مدعو تھا۔ اس کانفرنس کا آغاز ایک ایسے قاتل کے ساتھ جیل میں فون سے گفتگو کو لاؤڈ سپیکر پر نشر کرنے سے کیا گیا جس نے دس لوگ قتل کیے تھے۔ یہ شخص آسٹن کی جیل میں پھانسی پانے کا انتظار کر رہا تھا۔

اس دور میں ویڈیو فون نہیں ہوتے تھے۔ اور نہ ہی آج کی طرح کمپیوٹر پر ویڈیو کیم موجود تھے ۔اس لیے اُس مجرم کی آواز ہال میں گونج رہی تھی۔ وہ جیل میں اپنی تنہائی کی باتیں کر رہا تھا، اُسے اپنے بچے یاد آرہے تھے، اپنے خوبصورت دن یاد کر کے رو رہا تھا اور پھر اسے اُس دن سے خوف آرہا تھا جب اُسے بجلی کی کرسی پر بٹھا کر موت کی آغوش میں پھینک دیا جائے گا۔ اُس کی گفتگو نشر ہو رہی تھی اور ہال میں موجود انسانی حقوق کے علمبردار مرد اور خواتین ہمدردی کے جذبات چہرے پر لائے ہوئے اسے ایک ظلم سے تعبیر کر رہے تھے' اپنی آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔ ٹیلیفون ختم ہوا اور پورے ماحول پر سناٹا چھا گیا۔ یوں لگتا تھا موت کا سوگ ہے۔ کانفرنس کا ماڈریٹر سٹیج پر آیا اور اس نے لوگوں کو گفتگو کی دعوت دی۔ شدید خاموشی کے عالم میں لوگ یہ ثابت کر رہے تھے جیسے اس المناک ٹیلیفون کے بعد ان سے بولا بھی نہیں جا رہا۔ میں چند سیڑھیاں چڑھتا ہوا سٹیج پر پہنچا۔

ایک عالمِ شباب تھا، جذباتی پن بھی زیادہ تھا۔ میں نے کہا ہم میں سے ہر وہ شخص جس نے اس قاتل کی گفتگو سنی ہے وہ اگر تبصرہ کرے گا تو یہ ایک جانبدارانہ تبصرہ ہوگا، بہتر ہوگا اگر آپ اس ٹیلیفون پر ان دس خاندانوں کے پسماندگان سے بھی گفتگو کروائیں جن کے پیاروں کو اس ظالم اور سفاک شخص نے قتل کیا تھا۔ ان کی آہیں اور سسکیاں بھی سنائیں اور پھر اس پورے ماحول پر جو بیتے گی وہ یقیناً اس سے مختلف ہوگی۔ پورا ہجوم میری اس گفتگو پر ایک دم ایسے جیسے خول سے باہر آگیا ہو۔

سب کے چہروں پر چھایا مصنوعی کرب ختم ہوگیا اور غصے کے عالم میں فقرے نکلنے لگے۔ یہ جہالت کے زمانے کی باتیں کر رہا ہے۔ ہمیں صدیوں پرانے ظالم معاشرے کی جانب گھسیٹ رہا ہے۔ پھانسی کی سزا ایک ظالمانہ سزا ہے۔ جو مر گیا وہ واپس نہیں آسکتا،

اب ایک دوسرے زندہ شخص کو کیوں موت کی طرف دھکیلتے ہو، یہ تھے اُس پھانسی کی سزا کے خلاف انسانی حقوق کی تنظیموں کی تحریک کے آغاز کے دن۔ آج اس تحریک کا عالم یہ ہے کہ وہ مملکت خداداد پاکستان جو صرف اس لیے حاصل کی گئی کہ اُس میں اللہ کی حاکمیت کا اعلان ہوگا۔ جس کی بنیاد میں دس لاکھ شہدا کا خون ہے، اُس کی حکومت نے گزشتہ چھ سال سے قاتلوں، دہشت گردوں، معصوم

بچوں کے ساتھ زیادتی کر کے قتل کرنے والوں اور ڈاکوؤں میں سے کسی ایک کو بھی تختہ دار تک نہیں پہنچایا ۔یہ آٹھ سو کے قریب افراد جنہیں عدالتیں پھانسی کی سزا سنا چکی ہیں۔

جن کے مقدمے سپریم کورٹ سے بھی ختم ہو چکے ہیں۔صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دفتر میں رحم کی اپیل کر کے جیلوں میں چین کی نیند سو رہے ہیں کہ ان کو علم ہے کہ انہیں انسانی حقوق کی تنظیمیں پھانسی نہیں لگنے دیں گی۔اس دوران ایک شخص کو پھانسی ہوئی وہ بھی ایک فوجی تھا اور فوج کا دباؤ تھا کہ قاتل کو پھانسی دو۔

ہم اللہ کے واضح حکم کا تمسخر اڑا رہے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ سے زیادہ دانا اور حکمت والے ہیں۔اللہ فرماتا ہے کہ ''قصاص میں نے ہم نے زندگی رکھ دی ہے'' اور ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم امن قائم کرلیں گے، ہم سکون بحال کرلیں گے۔دنیا میں تین ممالک کی مثال ایسی ہے جہاں جزوی طور پر اللہ کا یہ قانون نافذ ہے یا رہا ہے، وہاں اللہ کے اس قول کی تصدیق ہوئی۔ایران اور سعودی عرب میں قصاص کا قانون نافذ ہے۔کیا وہاں کے شہری امن کی نیند نہیں سوتے؟

طالبان کے افغانستان میں طالبان کی کل تعداد صرف پچاس ہزار تھی لیکن صرف اللہ کا یہ قانون نافذ تھا۔افغانستان کی تاریخ میں وہ پانچ سال دنیا کے ہر مبصر کے نزدیک امن کے سال تھے۔ کوئی اسے بیشک قبرستان کی خاموشی کہے لیکن لوگ اپنی جان اور مال کی ضمانت رکھتے تھے۔کسی ماں کو یہ خوف نہ تھا کہ اُس کا بیٹا گھر سے نکلے گا تو زندہ واپس نہیں آئے گا۔آج اس مملکت خداداد پاکستان میں فوج، رینجرز، پولیس سب اکٹھے ہو کر بھی امن بحال نہیں کر سکتے۔

ایسا ممکن ہی نہیں۔لیکن صرف ایک اعلان کہ اگلے مہینے ہم ان تمام افراد کو پھانسی کا اعلان کرتے ہیں جن کو سپریم کورٹ نے بھی سزا سنادی ہے، اللہ کے فضل وکرم کا دروازہ کھول دے گی۔ کیونکہ یہ میرے اللہ کا دعویٰ ہے کہ وہی ہے جو خوف میں امن دیتا ہے۔ہم نے تو اپنی بدقسمتی اور موت کے پروانے پر خود دستخط کر رکھے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی — قسط 26

مولانا بٹالوی کے فتوائے کفر پر مرزا قادیانی کا واویلا

ہم یہ بات تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں خاندانِ علماء لدھیانہ نے دیا تھا۔ اس پر مرزا قادیانی کی طرف سے تو کوئی ردّعمل نہیں آیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے فکری دوست مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اس کی طرف سے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے تھے، اسی لیے اس پر ردّعمل مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی طرف سے ہی آیا تھا، جس میں فتوائے کفر اور اس کے جاری کرنے والوں کی مخالف کی گئی تھی۔ اسی لیے مرزا قادیانی کے نزدیک علماء لدھیانہ کی طرف سے جاری کیے گئے اس فتوائے کفر کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اسی کے متعلق مکتبۂ فکر غیر مقلدّین کے ایک ممتاز مؤرخ ڈاکٹر بہاؤ الدّین لکھتے ہیں:

> اگر بٹالوی صاحب کے فتویٰ سے پہلے کسی نے کفر کا فتویٰ دے رکھا تھا تو محسوس ہوتا ہے کہ اس فتوے اور اس کے مفتیوں کی مرزا صاحب کے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔
> (تحریک ختم نبوت ص ۲۹۳،۲۹۴)

اس سلسلہ میں مولانا بٹالوی اپنے دوست مرزا قادیانی کے دفاع میں اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں رہتے تھے، مگر جب مولانا بٹالوی کی طرف سے بھی ۱۸۹۱ء میں کفر کا فتویٰ جاری کیا گیا تو مرزا قادیانی نے پھر اپنے اسی دوست کے بارے میں ان الفاظ میں واویلا کیا۔

> (ا):۔ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ اس موذی کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مظہر جمال احمدی یعنی احمد مہدی کا مکفرّ اور مکذّب اور مہین ہوگا۔ چنانچہ آج سے بیس برس پہلے ''براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۵۱۰ میں یہی آیت بطور الہام اس عاجز کے حق میں موجود ہے

اور وہ الہام جو صفحہ مذکورہ کی ۱۹ اور ۲۲ سطر میں ہے یہ ہے۔

”اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْ کَفَّرَ۔ اَوْقِدْ لِیْ یَاهَامَانُ۔ لَعَلِّیْ اَطَّلِعُ عَلٰی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَ ظُنُّهٗ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ۔ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ مَا کَانَ لَهٗ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهَا اِلَّا خَائِفًا وَمَا اَصَابَکَ فَمِنَ اللّٰهِ“

یعنی یاد کر وہ زمانہ جب کہ ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا لوگوں پر اثر پڑ سکے، کہے گا کہ میرے لئے اس فتنہ کی آگ بھڑکا۔ یعنی ایسا کر اور اس قسم کا فتوی دے دے کہ تمام لوگ اس شخص کو کافر سمجھ لیں۔ تا میں دیکھوں کہ اس کا خدا سے کیا تعلق ہے یعنی یہ جو موسیٰ کی طرح اپنا کلیم اللہ ہونا ظاہر کرتا ہے کیا خدا اس کا حامی ہے یا نہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے (جب کہ اس نے یہ فتویٰ لکھا) اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہئے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا۔ مگر ڈرڈر کر اور جو رنج تجھے پہنچے گا وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ پیش گوئی قریبا فتویٰ تکفیر سے بارہ برس پہلے ”براہین احمدیہ“ میں شائع ہو چکی ہے۔ یعنی جبکہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے۔ اور میرے کفر کی نسبت فتویٰ دے دے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے۔ سو اس فتویٰ اور میاں صاحب مذکور کے مہر سے بارہ برس پہلے یہ کتاب تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اوّل مکفّرین بنے، بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔ اس جگہ سے خدا کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابھی اس فتویٰ کا نام و نشان نہ تھا۔ بلکہ مولوی محمد حسین صاحب میری نسبت خادموں کی طرح اپنے تئیں سمجھتے تھے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے یہ پیش گوئی فرمائی جس کو کچھ بھی حصہ عقل اور فہم ہے وہ سوچے اور سمجھے کہ کیا انسانی طاقتوں میں یہ بات داخل ہو سکتی ہے کہ جو طوفان بارہ برس کے بعد آنے والا تھا جس کا پرزور سیلاب مولوی محمد حسین جیسے مدعی اخلاص کو درجہ ضلالت کی طرف کھینچ لے گیا اور نذیر

حسین جیسے مخلص کو جو کہتا تھا کہ ”براہین احمدیہ“ جیسی اسلام میں کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی ۔اس سیلاب نے دبالیا......اور یہ تفصیل اس الہام کے ذریعے سے کھلی ہے جو آج سے بیس برس پہلے ”براہین احمدیہ“ میں درج ہو کر کروڑہا انسانوں یعنی عیسائیوں اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں شائع ہو چکا تھا۔اس لئے یہ تفسیر سراسر حقانی ہے اور تکلف اور تصنع سے پاک ہے اور ہر ایک صاحب عقل وانصاف کو اس بات میں شبہ نہ ہوگا کہ جب کہ خدا کے الہام نے آج سے بیس برس پہلے اس عظیم الشان پیش گوئی میں جو”براہین احمدیہ“ کے صفحہ ۵۱۰ میں درج ہے اور کمال صفائی سے پوری ہو چکی ہے۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۱،۱۲۲،۱۲۲۔ مطبع ضیاء الاسلام، قادیان)

(۲):۔آج سے چھبیس برس پہلے ان دونوں صاحبوں کو بطور پیش گوئی کے فرعون اور ہامان کہا گیا ہے۔چنانچہ” براہین احمدیہ“ کے ص ۵۱۰ ،۵۱۱ میں یہ عبارت درج ہے۔وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِی ....یاد کرو وہ زمانہ جب کہ ایک فرعون تجھے کافر ٹھہرائے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ تو تکفیر کی آگ بھڑکا دے یعنی ایسا تیز فتویٰ لکھ کہ لوگ اس فتویٰ کو دیکھ کر اس شخص کے جانی دشمن ہو جائیں اور کافر سمجھنے لگیں، تاکہ میں دیکھوں کہ موسیٰ کا خدا اس کی کچھ مدد کرتا ہے یا نہیں اور میں تو اس کو جھوٹا خیال کرتا ہوں.......... اب اس جگہ آنکھ کھول کر دیکھو خدا نے مجھے اس جگہ موسٰی ٹھہرایا اور مستفتی اور مفتی کو فرعون اور ہامان ٹھہرایا۔(روحانی خزائن جلد ۲۲ حقیقت الوحی ۹۔۳۶۷)

(۳):۔مکفرّ سے مراد مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ہے۔کیونکہ اس نے استفتاء لکھ کر نذیر حسین کے سامنے پیش کیا اور اس ملک میں تکفیر کی آگ بھڑکانے والا نذیر حسین ہی تھا۔اس جگہ ابولہب سے مراد ایک دہلوی مولوی ہے جو فوت ہو چکا ہے اور یہ پیش گوئی ۲۵ برس کی ہے کہ” براہین احمدیہ“ میں درج ہے اور یہ اس زمانے میں شائع ہو چکی ہے۔جب میری نسبت تکفیر کا فتویٰ بھی ان مولویوں کی طرف سے نہیں نکلا تھا۔تکفیر کے فتویٰ کا بانی بھی وہی دہلی کا مولوی تھا۔

جس کا نام خدا تعالیٰ نے ابولہب رکھا اور تکفیر سے ایک مدت دراز پہلے یہ خبر دے

دی جو ''براہین احمدیہ'' میں درج ہے۔

(روحانی خزائن جلد۲۲، حقیقت الوحی ص۸۳،۸۴)

طوالت سے بچنے کے لئے انہیں تحریرات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اوّل مکفّرین کا راگ اور اصل حقیقت

مرزا غلام احمد قادیانی نے تو ان عبارتوں میں فراقِ یار کا رونا رویا تھا مگر یار لوگوں نے ان عبارات سے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو اوّل مکفّر بنا ڈالا، اور اس پر زور دار تحریریں لکھ ڈالیں، اور صفحات کے صفحات کالے کر ڈالے۔

گذشتہ دنوں ایک صاحب نے مجھے ای میل کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کی یہی عبارتیں لکھنے کے ساتھ ساتھ لکھا کہ آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی آخری کتاب ''تحریک ختم نبوت'' میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور ان کے استاد شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی مرحوم کو اوّل مکفّر قرار دیا ہے، جبکہ آپ علماءِ لدھیانہ کو اوّل مکفر قرار دے رہے ہیں۔ان صاحب نے فیصل آباد میں غیر مقلّدین کے ایک مشہور عالم مولانا محمد یوسف انور صاحب کا ایک مضمون بھی ساتھ بھیجا ہے، جو کہ ہفت روزہ ''الاعتصام لاہور'' اور ستمبر کے ماہنامہ ''محدّث لاہور'' میں ''ختم نبوت کی تحریکوں میں علمائے اہل حدیث کا کردار'' کے سلسلہ میں شائع ہو چکا ہے۔اس پر وہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''آغا شورش کاشمیری مرحوم نے تحریک ختم نبوت میں بڑی قربانیاں دی ہیں، اس معاملہ میں آپ حجۃ ہیں یا آغا صاحب مرحوم''؟

اس کے متعلق عرض ہے کہ مولانا محمد یوسف انور صاحب کا یہ مضمون ہماری نظروں سے بھی گزرا تھا، مگر ہم نے اس پر زیادہ توجہ اس لیے نہیں دی کہ اس مضمون میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے مولانا بٹالوی مرحوم کا اوّل مکفّر ہونا ثابت ہو۔ مولانا محمد یوسف انور صاحب لکھتے ہیں:

آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی زندگی کی آخری تصنیف ''تحریک ختم نبوت'' میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی سب سے پہلے سرکوبی کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی اہل حدیث تھے، جنہوں نے جگہ جگہ مرزا کا تعاقب کر کے اس کے مذموم مقاصد اور دعاوی کو باطل ثابت کیا۔ انہوں نے اپنے استاذ گرامی میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر ایسے غلط عقائد اور دعوے کرنے والے شخص کے بارے میں کفر کا فتویٰ حاصل کیا، جبکہ دوسرے مکاتب فکر ابھی سوچ بچار کر رہے تھے اور مرزا کے گمراہ کن عقائد

کے صُغرے کُبرے بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ (ماہنامہ محدث لاہور، ماہ ستمبر صفحہ ۹۲)

بظاہر مولانا محمد یوسف انور صاحب کی اس عبارت میں کوئی ایسی کڑی نہیں ملتی جس کو مولانا بٹالوی کے اوّل مکفّر ہونے سے جوڑا جائے۔ مگر مولانا کے یہ الفاظ ''جبکہ دوسرے مکاتب فکرابھی سوچ بچار کررہے تھے اور مرزا کے گمراہ کن عقائد کے صُغرے کُبرے بنانے میں لگے ہوئے تھے'' نے شاید سائل کو اس قسم کے سوال پر اُکسایا ہے۔

اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ دوسرے مکاتب فکر نے صُغرے کُبرے نہیں بنائے تھے بلکہ ان صُغروں کُبروں کے انبار مولانا بٹالوی ہی نے مرزا قادیانی کے حق میں لگائے تھے۔ ہم نے اسی موضوع پر اپنے اسی رسالہ میں پچیس قسطوں میں تفصیل کے ساتھ اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ مزید تحقیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر اس کے باوجود معترضین کی تسلّی نہیں ہوئی، کیونکہ تسلیم ان کے ہاں ہے ہی نہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلا کر حدیث کا محافظ ظاہر کرتے ہیں، مگر حال ان کا یہ ہے کہ اپنے ہی طرز عمل سے یہ لوگ خود حدیث کے بطلان کا باعث بنتے ہیں، اسی لیے انہی کے طبقے سے منکرین حدیث کا فتنہ پیدا ہوا۔ حدیث کے لیے کسی راوی کا سچا ہونا ضروری ہے مگر ان کا حال یہ ہے کہ مولانا بٹالوی نے جو کام کیا ہی نہیں بلکہ وہ علی الاعلان اس نیک کام کے کرنے سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اس کے باوجود یہ لوگ ان پر اسی کام کے کرنے کا بہتان لگاتے ہیں۔ یہ لوگ تو سوا سو سال قبل (اوّل مکفّرین) کی روایت میں دجل وفریب سے کام لے رہے ہیں تو احادیث کے بارے میں چودہ سو سال پرانی روایات میں کتنا سچ بول رہے ہونگے۔ اس لیے مجبوراً ان صاحب یا ان کے ہم خیال لوگوں کے لیے تفصیلاً جواب دیا جارہا ہے:

پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے کہیں بھی اپنے آپ کو حجة نہیں بنایا بلکہ ہم نے تو مولانا محمد حسین بٹالوی ہی کو حجة مانا ہے، اسی لیے انہی کی تحریرات کو ہم نے پیش کرکے علماءِ لدھیانہ کا اوّل مکفّر ہونا ثابت کیا تھا۔ موصوف کو چاہیے تھا کہ محترم مولانا محمد یوسف انور صاحب کے مضمون سے آغا صاحب مرحوم کی آخری کتاب کا حوالہ دینے سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی پر اوّل مکفّرین کے متعلق مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے ابتدائی اور آخری خیالات کا انہی کے رسالہ ''اشاعة السنة'' میں بھی مطالعہ کرلیتے تو شاید انہیں یہ زحمت نہ اُٹھانا پڑتی۔ اگرچہ اس موضوع پر اس سے پہلے بھی ہم نے بہت کچھ لکھا ہے، مگر

یاد دہانی کے لیے مختصر طور پر ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے اوّل مکفّرین کے متعلق ابتدائی خیالات یوں تھے۔

مگر افسوس صد افسوس سب سے پہلے اس کتاب (براہین احمدیہ) کی خوبی و بحق اسلام نفع رسانی سے بعض مسلمانوں نے انکار کیا ہے اور برطبق اَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَکُمۡ اَنَّکُمۡ تُکَذِّبُوۡن اس احسان مؤلف کے مقابلہ میں کفران کر کے دکھا دیا۔ ان کے اس انکار و کفران کا مورد و موجب مؤلف کتاب کے وہی الہامات ہیں جو اس کتاب کے اخص برکات سے ہیں۔ ان الہامات کو بعض مسلمان امرتسری تو صرف غیر صحیح و غیر ممکن و نا قابل تسلیم بتاتے ہیں اور بعضے (لودہانہ والے) ان کو کھلم کھلا کفر قرار دیتے ہیں۔

فریق اوّل (امرتسری) مسلمان تو اپنی انکار کی وجہ یہ پیش کرتے ہیں کہ الہام غیبی (جو ہمرنگ وحی ہے) بجز انبیاء کسی کو نہیں ہو سکتا اور آج تک کسی کو نہیں ہوا اور اگر طبعی خیالات و خطرات مراد ہیں تو ان کو ولی سے کیا خصوصیت ہے، یہ خطرات کا ہر انسان بلکہ حیوان مکھی وغیرہ کو بھی ہوتے ہیں۔

اور فریق دوم (لودہانوی مدعیان اسلام) اپنی تکفیر کی وجہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ان الہامات میں مؤلف (مرزا قادیانی) نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے آپ کو ان کمالات کا جو انبیاء سے مخصوص ہیں محل ٹھہرایا ہے اور ان آیات قرآنیہ کا جو خاص آنحضرت ﷺ اور انبیائے سابقین کے خطاب میں وارد ہیں مورد نزول قرار دیا ہے۔ (اشاعۃ السنۃ، صفحہ ۱/۷ جلد ۷)

اور پھر ان آیات و فقرات کو لکھ کے مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

ان آیات و فقرات کو دیکھ کر فریق مکفّر (یعنی علماء لدھیانہ) کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ مؤلفِ کتاب ان آیات قرآنی کا جو انبیاء کی شان و خطاب میں وارد ہیں اپنے آپ کو مخاطب ٹھہراتا ہے اور ان کمالات کا (جو آیات یا ان عربی فقرات میں مذکور اور وہ انبیاء سے مخصوص ہیں) محل ہونے کا مدعی ہے پھر اس کے دعویٰ نبوت میں کیا کسر رہی۔ (ایضاً صفحہ ۱۴۷ جلد ۷)

آخر کا مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم لدھیانہ کے اوّل مکفرّ علماء کے نام بھی بتاتے ہیں:

ناظرین ان کا یہ حال سن کر متعجب اور اس امر کے منتظر ہوں گے کہ ایسے دلیر اور شیر بہادر کون ہیں جو سب علماء کے مخالف ہو کر ایسے جلیل القدر مسلمان (مرزا غلام احمد قادیانی) کی تکفیر کرتے ہیں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے (جس کے ظل حمایت میں باامن شعار مذہبی ادا کرتے ہیں) جہاد کو جائز سمجھتے ہیں، ان کے دفع تعجب اور رفع انتظار کے لئے ہم ان حضرات کے نام بھی ظاہر کر دیتے ہیں وہ مولوی عبدالعزیز و مولوی محمد وغیرہ پسران مولوی عبدالقادر ہیں جن سب کا ۵۷ء سے باغی و بدخواہ گورنمنٹ ہونا ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۱۰ جلد ۶ وغیرہ میں ظاہر و ثابت کر چکے ہیں اور اب بھی پبلک طور پر سرکاری کاغذات کی شہادت سے ثابت کرنے کو موجود و مستعد ہیں اگر وہ یا کوئی ان کا ناواقف معتقد اس سے انکار کرے۔ (حاشیہ اشاعۃ السنۃ، صفحہ ۱۷۱ جلد ۷)

یہ تو تھے وہ ابتدائی خیالات! جو کہ مولانا بٹالوی کی طرف سے علماء لدھیانہ کے اوّل مکفّر ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اب ہم مولانا بٹالوی کے وہ خیالات بھی ذکر کیے دیتے ہیں جو کہ ان کے آخری ہیں۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کیا اوّل مکفّرین کے متعلق مولانا بٹالوی کے آخری خیالات بھی وہی رہے تھے یا تبدل ہو گئے تھے، ملاحظہ فرمائیں:

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم تو بذات خود اس نیک کام (یعنی اوّل مکفّر ہونے) سے انکاری اور مرزا قادیانی کے اوّل مؤید و مؤوّل ہونے کے برملا اقراری ہیں۔ انہوں نے جو کچھ بھی کیا اور کہا ڈنکے کی چوٹ پر کیا اور کہا، اور اپنے ماننے والوں کے تاریخی دجل وفریب کا پردہ پہلے بھی چاک کر دیا تھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے ''براہین احمدیہ'' پر ریویو لکھا اس کو صحیح سمجھ کر بابانگ دہل لکھا اور علماء لدھیانہ کے سب سے پہلے فتوائے تکفیر کی ڈٹ کر مخالفت کی اور پھر جس وقت مولانا محمد حسین بٹالوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس کا بھی برملا اظہار کیا۔ اس پر مولانا بٹالوی مرحوم کی دو تحریریں ملاحظہ ہوں:

(۱):۔ کیونکہ اسی (اشاعۃ السنہ) نے قادیانی کے سابق دعویٰ حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام و وعدہ تائید دین بنشانہائے آسمانی و نصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آ کر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبر ۷ وغیرہ جلد نمبر ۷ میں اس کو امکانی ولی و ملہم

بنایا۔اور لوگوں کو اس کا اعتبار جمایا تھا جس کو یہ حضرات اپنے دعاوی مستحدثہ کی تائید میں اب پیش کر رہے ہیں اور اس کی عبارات اپنی تحریرات اور رسائل میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کر رہے ہیں۔اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین اس کو امکانی ولی وملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار ہو جاتا۔کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان و پنجاب وعرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا۔صرف اشاعۃ السنہ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اس کے الہام وولایت کا امکان جمارکھا۔اور اس کو حامی اسلام بنارکھا تھا۔

لہٰذا اسی اشاعۃ السنہ کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرادے اور تلافی مافات عمل میں لاوے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہولے تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۳ ص ۳،۴)

یہاں پر اگر غور سے دیکھا جائے تو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم واشگاف الفاظ میں اوّل فتوائے تکفیر جیسے نیک کام سے برملا انکاری ہیں،اور مرزا قادیانی کے ہم خیال ہونے کے برملا اقراری ہیں۔فرماتے ہیں کہ جب میں نے ریویو لکھا تھا اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی پر بہت سے علماء دیار ہندوستان و پنجاب وعرب کا اس کے الہامات کے سبب تکفیر،تفسیق پر اتفاق ہو چکا تھا اور صرف اشاعۃ السنۃ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اس کے الہام وولایت کا امکان جما رکھا۔اور اس کو حامی اسلام بنارکھا تھا۔

اسی طرح مولانا بٹالوی مرحوم دوسری جگہ لکھتے ہیں:

(۲):۔کادیانی نے یہ اقسام وحی کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ میں اپنے لیے ثابت کیے تو بعض علماءِ پنجاب نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنے لیے نبوت کا مدعی ہے۔مگر چونکہ بیان وحی اقسام کے ضمن میں بصفحہ ۲۴۲ وغیرہ اس نے یہ ظاہر

کیا تھا کہ یہ مرتبہ حقیقی طور پر آنحضرت ہی کا ہے اور وہ ظلی طور پر اور آنحضرت ﷺ کا ادنیٰ امتی ہونے کی وجہ سے ان برکات کا محل ہے۔ لہٰذا خاکسار نے اس پر حسن ظنی کر کے اس کو تکفیر سے بچایا اور دھوکا کھایا۔ اور اس کی حمایت میں ریویو براہین احمدیہ لکھا۔ مجھے اس وقت تک اس کے خبث باطن کا (بحکم ع خبث نفس نگردد بسالہا معلوم) علم نہ ہوا تھا۔ اور کیوں کر ہوتا جب تک کہ وہ اپنے منہ سے اس نجاست کو جواب نکال رہا ہے نہ نکالتا۔ مجھے اس کا یہ حال و خیال اس وقت معلوم ہوتا تو میں سب سے پہلے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتا۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ ش ۶ ص ۱۱۹۔۱۲۰)

یہاں پر غور فرمائیں تو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی اس موضوع پر یہ آخری تحریر ہے۔ اس میں وہ اپنی پہلی تحریر سے نہیں پھرے۔ اور آخری تحریر میں بھی انہوں نے اوّل مکفرّین مرزا میں بعض علمائے پنجاب لکھا ہے، اور ان بعض سے مراد علماء لدھیانہ ہی ہیں۔ جبکہ خود اپنے متعلق مولانا بٹالوی واضح الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو سالہا سال جاننے کے باوجود وہ دھوکہ کھا گئے، نیز اپنی کم علمی کا بھی ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں خود اس پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیتا۔

یہ تو تھا مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا برملا اظہار۔ جبکہ مرزا قادیانی بھی حقیقت کو منکشف کرنے کے لیے ان سے پیچھے نہیں رہا۔ اس نے ۱۹۰۵ء میں لدھیانہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

میں اس شہر میں ۱۴ برس کے بعد آیا ہوں اور میں ایسے وقت اس شہر سے گیا تھا جب میرے ساتھ چند آدمی تھے اور تکفیر و تکذیب اور دجاّل کہنے کا بازار گرم تھا اور میں لوگوں کی نظر میں اس انسان کی طرح تھا جو مطرود و مخذول ہوتا ہے اور ان لوگوں کے خیال میں تھا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ جماعت منتشر ہو جائے گی اور اس سلسلہ کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے بڑی بڑی کوششیں اور منصوبے کئے گئے اور ایک بھاری سازش میرے خلاف یہ کی گئی کہ مجھ پر اور میری جماعت پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ اور سارے ہندوستان میں اس فتوے کو پھرایا گیا۔ میں افسوس سے یہ ظاہر کرتا ہوں کہ سب سے اول مجھ پر کفر کا فتویٰ مجھ پر اس شہر کے چند مولویوں نے دیا۔ مگر میں دیکھتا ہوں اور

آپ دیکھتے ہیں وہ کافر کہنے والے موجود نہیں اور خدا تعالیٰ نے مجھے اب تک زندہ رکھا۔
(لیکچر لدھیانہ ص ۲'۳ مطبوعہ ربوہ)

خط کشیدہ الفاظ میں غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ مرزا کا خود اپنا اقرار ہے کہ مجھ پر سب سے پہلے فتویٰ تکفیر علماءِ لدھیانہ ہی نے دیا اور اس نے یہ بھی کہا کہ جن لوگوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ دیا وہ اب زندہ نہیں۔ اس سے مراد خاندان علماءِ لدھیانہ یعنی مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہؒ، اور مولانا عبدالعزیزؒ ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات ہی سب سے پہلے مرزا پر کفر کا فتوی دینے والے ہیں اور قضائے الٰہی سے ۱۹۰۳ء تک یہ تینوں حضرات وفات پا چکے تھے۔ جبکہ مولانا بٹالوی وغیرہ اس کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے۔

اسی قسم کی بات مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں کہی ہے۔

یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہی۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں۔ ان سب مقامات کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو لکھا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ بیس برس سے تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء ان کو ''براہین احمدیہ'' میں پڑھتے ہیں اور سب نے قبول کیا۔ آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بجز دو تین لدھیانہ کے ناسمجھ مولوی محمدؒ اور مولوی عبدالعزیزؒ کے۔ (حاشیہ اربعین نمبر ۲۔ ص ۲۴)

یہاں پر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دوست مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرح باقاعدہ علماءِ لدھیانہ کے نام بھی دیدیئے ہیں، اب شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

مرزا قادیانی کو ہم لوگ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں دیتے، ہزار مرزا غلام احمد قادیانی جیسے پیدا ہو کر آجائیں مگر ہمارے نزدیک وہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ یہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا تبحرِ علمی ہی تھا جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ''براہین احمدیہ'' میں کیے گئے دعووں کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اُن کی تائید و توثیق کر کے اس کو بامِ عرج پر پہنچا دیا تھا جس کا وہ مستحق نہ تھا۔ اس کام کے لیے مولانا بٹالوی اپنے فکری

دوست مرزا قادیانی کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے محافظ ہی نہیں بلکہ حملہ آور کی طرح رہتے تھے۔ جونہی کوئی مرزا قادیانی پر اعتراض جڑتا تو مولانا بٹالوی فوراً اس پر جھپٹ پڑتے۔ اور مرزا قادیانی کے الہامات کے سچ ہونے پر دلائل کے انبار لگا دیتے۔ اسی لئے مولانا بٹالوی نے فرمایا تھا کہ ''میں نے ہی اس (مرزا قادیانی) کو آسمان پر چڑھایا تھا اور میں ہی اس کو گراؤں گا''۔ اور مرزا قادیانی بھی اپنے ہر دعوے پر یہی الفاظ دوہراتا ہوا نظر آتا ہے ''براہین احمدیہ میں کئے گئے میرے ہر دعوے کی تصدیق مولوی محمد حسین بٹالوی کر چکے ہیں''۔ اب جبکہ مولانا بٹالوی اس کے خلاف ہوئے تو اس کو وہی پرانے سہانے دن یاد آنے لگے جب مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی قدم بہ قدم ساتھ ہوا کرتے تھے۔ اسی لیے مرزا قادیانی حواس باختہ ہو کر یہ ہذیان بکنے لگا کہ ''سب سے اوّل فتویٰ دینے والا، آگ بھڑکانے والا مولوی محمد حسین بٹالوی ہے''۔ جبکہ حقیقتاً مولانا بٹالوی اس نیک کام کو اپنے لیے بہتان ہی سمجھتے تھے۔

اس سے پہلے کہ ہم آغا صاحب مرحوم کی آخری کتاب کے بارے میں کچھ لکھیں بہتر یہ ہے کہ آغا صاحب مرحوم کی پہلی ایک کتاب میں اس موضوع پر لکھی گئی ایک تحریر پیش کر دیں۔

آغا صاحب مرحوم نے اپنی آخری کتاب سے پہلے ایک کتاب ''سوانح وافکار سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ'' لکھی تھی۔ جس میں انہوں نے یہ الفاظ لکھے تھے:

''سب سے پہلا فتویٰ لدھیانہ کے علماء نے جاری کیا، جن میں مولانا محمد عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ پیش پیش تھے۔ ان کی تائید میں مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے فتویٰ صادر کیا'' (سوانح وافکار سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صفحہ ۱۱۲)

معترض موصوف نے مولانا محمد یوسف انور صاحب کے مضمون سے یہ اخذ کیا ہے کہ آغا شورش کاشمیری مرحوم اپنی آخری کتاب ''تحریک ختم نبوت'' میں اپنی اس پہلی کتاب کی تحریر سے رجوع کر گئے تھے۔ چنانچہ راقم نے آغا صاحب مرحوم کی کتاب لاہور سے منگوائی اور اس کا بغور مطالعہ کیا، مگر کہیں بھی ایسا اشارہ تک نہیں ملا کہ جس میں ان کے شیخ الکل حضرت مولانا نذیر حسین دہلوی مرحوم یا مولانا محمد حسین بٹالوی کو آغا صاحب مرحوم نے اوّل مکفّر قرار دیا ہو۔ آغا صاحب مرحوم نے ان حضرات کے متعلق جو لکھا وہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ آغا شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین بٹالوی ان علماء میں سے تھے جنہوں نے مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کی چھتاڑ کا آغاز کیا، اور اس کو آڑے ہاتھوں لیا۔ وہ مستعمل معنوں میں وہابی تھے

،اور انہیں وہابی ہونے کی سزا کا اندازہ تھا، انہوں نے انگریزوں کی حمایت کو واجب قرار دیا اور اس کے عوض گورنر جنرل سے وہابی جماعت سے اہلحدیث کا نام حاصل کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۳۲۸ھ) نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' فارسی میں تصنیف کیا۔ اس کے مختلف زبانوں میں ترجمے کئے گئے۔ پنجاب کے دو گورنروں نے اس پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ اس کے انگریزی، عربی اور اردو متن کی ہزارہا کاپیاں ملک سے باہر بھیجی گئیں۔ مولانا مسعود عالم ندوی نے ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' میں لکھا ہے کہ اس کے عوض مولوی صاحب کو جاگیر عطا کی گئی۔ انکے نزدیک پوری کتاب (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) تحریف و تدلیس کا عجیب وغریب نمونہ ہے۔ (تحریک ختم نبوت، صفحہ ۱۶، مصنف آغا شورش کاشمیری مرحوم)

پھر کچھ وقفے کے بعد آغا صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس کتاب پر اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں چھ قسطوں میں طویل تبصرہ کیا۔ جس میں ''براہین احمدیہ'' کو علمی کارنامہ اور تصنیفی شاہکار قرار دیا۔ بٹالوی حضرت شیخ الکل محمد نذیر حسین محدّث دہلوی کے شاگرد تھے۔ آپ کو علماء اہل حدیث میں ایک خصوصی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کے متعلق رئیس قادیان کے مرتب ابو القاسم رفیق دلاوری نے لکھا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے بچپن کے دوست اور ہم سبق تھے۔ مرزا صاحب کے دعاوی والہامات اور روپے پیسے میں بدمعاملگی سے آپ کا جی کھٹا ہو گیا۔ آپ نے میرزا صاحب کو ٹوکا، لیکن وہ برطانوی استعمار کے گھوڑے پر سوار تھے، کیونکر مانتے؟ نتیجۃً جانبین میں ٹکراؤ ہو گیا۔ مولانا بٹالوی نے میرزا صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا۔ میرزا صاحب نے انہیں وہابی ہونے کے برطانوی الزام سے مطعون کر کے انگریزوں کو بدظن کرنا چاہا اور حکام کو لکھا کہ وہابی سرشت کے مطابق وہ مسلمانوں کو برطانوی حکومت کے خلاف جہاد پر اُکساتے ہیں۔ مولانا نے تنسیخ جہاد کا موقف اختیار کیا۔ انگریز ایک اہل حدیث عالم سے یہ فتویٰ پا کر نہ صرف مسرور ہوئے بلکہ شمس العلماء کا خطاب دیا اور انعام میں اراضی عطا کی: حتّٰی کہ گورنر جنرل ہندوستان سے صوبائی گورنر

کی سفارش پر اپنی جماعت کے لیے اہل حدیث کہلانے کی منظوری حاصل کی۔مولانا بٹالوی کی فراست کا نتیجہ تھا کہ ان کی جماعت دارو گیر سے محفوظ ہوگئی۔میرزا غلام احمد کی مخبری اکارت گئی۔(تحریک ختم نبوت، صفحہ ۳۸)

اس سے آگے مولانا بٹالوی مرحوم کے مرزا قادیانی سے مباحثے بیان کرنے کے بعد آغا صاحب لکھتے ہیں:

مولانا بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں شدید محاسبہ کیا، میرزا صاحب کی ہوا اُکھڑ گئی......علماء اہل حدیث نے میرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا۔ان کا فتویٰ ''فتاویٰ نذیری'' جلد اوّل کے صفحہ ۴ پر موجود ہے۔میرزا صاحب اس فتویٰ سے تلملا اُٹھے، اور میاں صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔میاں صاحب سو برس سے اوپر ہو چکے تھے اور انتہائی کمزور تھے، آپ نے میرزا صاحب کے چیلنج کو اپنے تلامذہ کے سپرد کیا۔میرزا صاحب اپنی عادت کے مطابق فرار ہوگئے۔(تحریک ختم نبوت، صفحہ ۴۰)

ان تحریروں کو پڑھ کر کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اہل حدیث علماء کو اوّل مکفّر قرار دیا ہو۔بلکہ آغا صاحب مرحوم نے تو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا وہ ابتدائی کردار ذکر کیا ہے جو کہ انہوں نے علماءِ لدھیانہ کے فتوائے کفر کے جواب میں اختیار کیا تھا۔کیونکہ مولانا بٹالوی مرحوم نے براہین احمد پر تبصرہ علماءِ لدھیانہ کے فتویٰ کے ردّ میں ہی لکھا تھا۔اور اگر اس کتاب کی وجہ سے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ جاری نہ کیا جاتا تو مولانا بٹالوی کی طرف سے ایسے تبصرہ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔مولانا بٹالوی کے اس تبصرہ سے تو ان کے ہم مسلک بھی نالاں تھے۔

اس سلسلہ میں مشہور غیر مقلّد عالم مولانا عنایت اللہ اثری مولانا بٹالوی کے اُس ریویو کے متعلق جو بٹالوی صاحب نے علماءِ لدھیانہ کے فتوائے کفر کے جواب میں لکھا تھا، فرماتے ہیں:

مولوی (بٹالوی) صاحب موصوف نے ''براہین احمدیہ'' پر جو ریویو فرما کر اس کی بعض باتوں کی امکانی تائید فرمائی تھی وہ ایک گناہ تھا۔(قطع الوتین نمبر ۵ ص ۱۳)

مولانا ثناءاللہ امرتسری فاتح قادیان کا موقف

فاتح قادیان مولانا ثناءاللہ امرتسری جو کہ غیر مقلّدین کے مشہور مناظر تھے۔وہ اپنی کتاب تاریخ

مرزا میں ''براہین احمدیہ'' پر مولانا بٹالوی کے ریویو اور علماءِ لدھیانہ کے سب سے پہلے فتوائے کفر کے متعلق رقم فرما ہیں:

جس زور شور سے اس کتاب کا اشتہار تھا۔ آخر کار نکلی تو صورت اس کی یہ تھی کہ ایک جلد موٹے حرفوں میں صرف اس کے اشتہار کی تھی۔ باقی جلدوں میں مضامین شروع ہوئے، مگر مضامین کی بنا زیادہ تر اپنے الہامات اور مکاشفات پر تھی، لیکن وہ الہامات ایسے کچھ صاف اور صریح اسلام کے مخالف نہ تھے بلکہ بعض معاون بعض گول۔ اس لیے حسن ظن علماء اس پر مرزا صاحب سے مانوس ہی رہے۔ اس زمانہ میں سب سے بڑے مانوس مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر ''اشاعۃ السنۃ'' تھے۔ جنہوں نے اس کتاب پر بڑا بسیط ریویو لکھا۔ اور مخالفین کو جوابات دیئے۔ باوجود اس کے دور اندیش علماءِ اسلام مرزا صاحب سے خوفزدہ تھے۔ مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم محدث وزیر آبادی سے میں نے خود سنا کہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ کسی دن یہ شخص (مرزا) نبوت کا دعویٰ کرے گا، ایسا ہی حضرت مولانا ابوعبداللہ غلام العلی صاحب مرحوم امرتسری سے سننے والوں کا بیان ہے کہ مرحوم بھی مرزا صاحب سے خوف زدہ تھے کہ کسی دن نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ مرزا صاحب نے ''براہین احمدیہ'' میں مولوی صاحب مرحوم کا نام لے کر رَدّ بھی کیا ہے۔ ایسا ہی مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری اور مولوی محمد وغیرہ خاندان علماء لودہانہ بھی مرزا صاحب سے بدظن تھے۔ ہم حیران ہیں ان علماء کی فراست کس درجہ کی تھی کہ آخر کار وہی ہوا جو ان حضرات نے گمان کیا تھا۔ (تاریخ مرزا صفحہ: ۱۳، شائع کردہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

یہاں پر مولانا ثناء اللہ امرتسری فاتح قادیان نے بھی واضح کر دیا ہے کہ مولانا بٹالوی تو مرزا قادیانی پر اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ لگنے کے وقت ''براہین احمدیہ'' سے مانوس تھے۔ انہوں نے اس کتاب سے نامانوس اور خوف زدہ ہونے والوں کے ناموں میں مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم محدث وزیر آبادی اور حضرت مولانا ابوعبداللہ غلام العلی صاحب مرحوم امرتسری کے نام لکھے ہیں۔ مگر انہوں نے اپنے ہم مسلک مرزا قادیانی سے خوف زدہ ہونے کی وجہ سے اس وقت اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا تھا۔ جب کہ علماء لدھیانہ کے متعلق فاتح قادیان نے خوف زدہ ہونے کا لفظ نہیں

بلکہ بدظن ہونے کا لکھا ہے۔اسی لیے اس کتاب کو دیکھ کر علماءِ لدھیانہ نے بلاکسی خوف وخطر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔تو پھر مولانا بٹالوی اوّل مکفّر کیسے ہو گئے۔

یادرکھیں!اگر آغا شورش کاشمیری مرحوم نے مولانا محمد حسین بٹالوی اوران کے شیخ الکل مولانا سیدنذیر حسین دہلوی مرحوم کو اوّل مکفر قرار بھی دیدیا ہوتا تب بھی تمام تر قربانیوں کے باوجود آغا شورش کاشمیری مرحوم کے مقابلے میں وہی شخصیت زیادہ حجۃ ہے جس کے اوّل مکفّر ہونے کے متعلق یار لوگ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔میری مراد اِس سے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی ذات شریفہ ہے۔

ایک قادیانی پادری کی وضاحت

ہم نے یہ دیکھا ہے کہ یار لوگ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو اوّل مکفّر ثابت کرنے کے لیے مولانا بٹالوی کی عبارات کو پس پشت ڈال کر مرزا قادیانی یا دوسروں کی عبارتوں کو ہی اس معاملے میں حجت سمجھتے ہیں۔اسی لیے ہم نے مرزا قادیانی کے قول کی تشریح اُسی کے ایک ماننے والے سے پوچھی، کیونکہ اصول یہی ہے کہ جس طبقے کی بات بیان کی جاتی ہے تو اس کی تشریح بھی وہی طبقہ کرسکتا ہے،تو اس نے کیا جواب دیا؟ ملاحظہ فرمائیں:

> ایک دفعہ میں بیرون ملک (برطانیہ) سفر میں تھا۔ایک ٹرین میں وکٹوریہ اسٹیشن لندن سے جلنگھم جارہا تھا کہ ایک اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو اس میں ایک صاحب سوار ہوئے۔میرے ساتھ سیٹ خالی تھی چنانچہ وہ میرے ساتھ بیٹھ گئے۔معلوم ہوا کہ یہ صاحب قادیانیوں کے پادری ہیں۔انہوں نے میرا تعارف چاہا میں نے کرادیا۔اس پر انہوں نے کہا کہ آپ کے خاندان نے ہمارے حضرت مرزا صاحب پر ''سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا تھا'' آپ کے خاندان کی لگائی ہوئی آگ آج تک نہیں بجھ سکی۔میں نے اس سے سوال کیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ علمائے لدھیانہ نے مرزا صاحب پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا جب کہ کئی کتابوں میں کئی جگہ مرزا صاحب نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو اوّل مکفّر کہا ہے۔اس میں سچ کیا ہے۔اس نے کہا کہ مرزا صاحب نے لیکچر لدھیانہ میں بھی تو اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ان پر لدھیانہ کے علماء نے سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔میں نے کہا کہ یہ دو الگ الگ باتیں ہو گئیں،لازمی بات ہے کہ ان میں سے ایک جھوٹ ہے۔اس نے کہا کہ دونوں سچ ہیں میں نے پوچھا کہ وہ کیسے۔

اس نے کہا کہ حقیقت یہی ہے کہ سب سے پہلے کفر کا فتویٰ علمائے لدھیانہ ہی نے دیا تھا۔مگر تعلق کے اعتبار سے مولانا بٹالوی کو اوّلیت حاصل ہے۔میں نے کہا کہ میں سمجھا نہیں۔اس نے کہا کہ دیکھئے! علمائے لدھیانہ نے واقعی پہلے کفر کا فتویٰ دیا اس میں کسی کو انکار نہیں مگر مولانا بٹالوی اس وجہ سے اوّل مکفرّ کہلائے کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو مرزا صاحب سے عقیدت رکھتے تھے اور مرزا صاحب کے تمام احوال کو جانتے تھے اور جب علمائے لدھیانہ نے کفر کا فتویٰ دیا تو اس وقت مولانا بٹالوی بڑی شدت کے ساتھ علمائے لدھیانہ سے مرزا صاحب کے حق میں ٹکرا گئے۔گویا کہ مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے ایک طرح سے اپنے تھے۔تو جب مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا تو یہ سمجھئے کہ مرزا صاحب کے اپنوں میں سے اوّل مکفرّ قرار پائے۔اس کے ساتھ ساتھ اس نے اس پر دلیل کے طور پر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ دی۔کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر کہا ہے وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ کہ تم اوّل انکار کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اوّل انکار کرنے والے تو مکہ کے کفار ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اوّل انکار کرنے والے کہا ہے۔تو حقیقت یہ ہے کہ اوّل منکر تو مکہ کے لوگ ہی تھے۔مگر بنی اسرائیل کو اس لیے اوّل منکر کہا کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو جانتے تھے ان کے پاس تورات وانجیل میں حضور ﷺ کے آنے کی پیش گوئیاں تھیں۔تو ان کے جاننے کے باوجود جب بنی اسرائیل نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اوّل کافر کہا۔اسی طرح ہمارے مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کو اس لیے اوّل مکفرّ کہا کیونکہ مولانا بٹالوی مرزا صاحب سے متعلق پوری معلومات رکھتے تھے اور مرزا صاحب کو ابتداء سے جانتے تھے۔مرزا صاحب نے جتنے دعوے ''براہین احمدیہ'' میں کیے تھے ان سب کو بٹالوی صاحب اپنے دلائل سے سچا کہتے رہے۔اسی لیے جب بٹالوی صاحب نے اچانک اپنا رُخ بدلا تو مرزا صاحب نے ان حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے بٹالوی صاحب کو اوّل مکفرّین میں شمار کیا ہے۔جبکہ حقیقت میں علمائے لدھیانہ ہی اوّل مکفرّ ہیں۔

یہ ایک جملہ معترضہ تھا جس کا جواب دیا گیا ہے،اس موضوع پر تفصیلی بحث راقم کی کتاب ''تاریخ ختم نبوت'' میں پڑھیے۔

کس سے منصفی چاہیں

انصار عباسی

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارت خارجہ سیکولر ہوگئی۔ اس نے تو ایسی خطرناک حدوں کو پار کرنا شروع کردیا ہے کہ جس کا نہ تو اسلام سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی آئین پاکستان سے۔ پاکستان کے ایک اہم سفارتخانہ نے حال ہی میں اسلام دشمن امریکی فلم کے تناظر میں مغرب میں رسول پاک ﷺ کی زندگی کے بارے دنیا کو ''اصل حقائق'' فراہم کرنے کے لیے قادیانیوں کی مدد لی۔ ایک اہم مغربی ملک میں قادیانیوں کی طرف سے منعقد کیے گئے کنونشن کے بارے میں پاکستان کے متعلقہ سفارتخانے نے باقاعدہ اُس ملک میں موجود پاکستانیوں کو ای میلز (e-mails) کے ذریعے یہ دعوت دی کہ وہ قادیانیوں کے کنونشن میں شرکت کریں۔

قادیانیوں کو 1973ء کے آئین کے تحت متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے مگر اس کے باوجود ہمارے سفارتخانے کے دعوت نامہ میں قادیانیوں کو ''احمدیہ مسلم جماعت'' لکھا گیا۔ اس دعوت نامہ کے ذریعے یہ بھی کہا گیا کہ اس کنونشن کا مقصد اسلام دشمن امریکی فلم کو counter کرنا ہے۔ اس پر اُس ملک میں موجود مسلمانوں کے کچھ نمائندوں نے شور مچایا مگر اس سب کے باوجود گزشتہ ماہ قادیانیوں کا وہ کنونشن منعقد ہوا اور شرکت کرنے والوں کو قادیانیت کے بارے میں لٹریچر بھی دیا گیا۔ میری متعلقہ افسر سے بات ہوئی اور انہوں نے تسلیم کیا کہ اُن سے یہ غلطی سرزد ہوئی ہے۔

اگرچہ بعدازاں ان صاحب نے وہاں کے اسلامی اسکالرز اور پاکستانی مسلمانوں کے کمیونٹی لیڈرز سے بھی بات کی اور یہ باور کرایا کہ وہ ایک صحیح عقیدہ رکھنے والے مسلمان ہیں۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سفارتکار اپنے پیارے نبی ﷺ کی عظمت اور اُن کی زندگی اور سنہری اصولوں کو اجاگر کرنے کے لیے غیر مسلموں کے کیوں محتاج ہوگئے۔ میں نے اس معاملہ میں پوری تحقیق

کی اور متعلقہ افسر کو بھی اس حرکت پر پشیماں پایا اور خیال کیا کہ یہ سب ایک نادانستہ غلطی ہوگی۔

مگر گزشتہ ہفتہ کے روز دفتر خارجہ کی طرف سے لندن میں ایم کیو ایم کے دفتر میں اسکاٹ لینڈ پولیس کے چھاپے کے حوالے سے باقاعدہ ایک بیان جاری کیا جس میں باقی باتوں کے علاوہ یہ کہا گیا کہ ایم کیو ایم نہ صرف حکومت کی اتحادی جماعت ہے بلکہ سیکولر سوچ رکھنے والی ایک پارٹی ہے۔ دفتر خارجہ کو کسی پارٹی کی سیکولر سوچ کو بلا ضرورت اجاگر کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنا۔ اس کا آئین اسلامی ہے جو اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دیتا ہے۔ اسی آئین کے تحت قرآن اور سنت رسول ﷺ کو ملک کے ہر قانون پر فوقیت حاصل ہوگی۔

ایک اسلامی ریاست کا دفتر خارجہ سیکولر سوچ پر کیوں فخر کرنے لگا؟؟؟ سیکولرازم لادینیت کا دوسرا نام ہے کیوں کہ ریاستی امور میں یہ دینی قوانین اور اصولوں کی مداخلت کے خلاف ہے۔ جب ہمارے دفتر خارجہ کا یہ حال ہوگا تو پھر ہمارے سفارتکار نئے نئے گل کیوں نہ کھلائیں گے؟؟؟ اس بیان اور ایسی حرکتوں پر دفتر خارجہ کے متعلقہ افسران کے خلاف فوری کاروائی کی جانی چاہیے۔

اگر ایسا نہیں ہوگا تو پہلے ہی شراب اور مغربی طرز کی پارٹیاں منعقد کرنے کو ڈپلومیسی سمجھنے والے ہمارے دفتر خارجہ کے بابو معلوم نہیں اپنے آپ کو روشن خیال ثابت کرنے کے لیے اور کیا کیا کر گزریں گے۔ خارجہ کے بعد اب داخلہ کے ایک معاملہ کا بھی ذکر ہو جائے۔ چند روز قبل بزرگ وکیل حبیب وہاب الخیری صاحب ایک نوجوان کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور بتایا کہ اس نوجوان نے پولیس کو درخواست دی کہ اس کے چچا نے کچھ ایسی کتابیں تحریر کیں جن میں مبینہ طور پر محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔

اس بارے میں ہمارے رپوٹر نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ متعلقہ پولیس افسران نے آئی جی اسلام آباد کو تجویز دی کہ فوری طور پر ایک کمیٹی بنا کر اس درخواست کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ اسی دوران اسلام آباد آئی ایٹ سیکٹر کی کچھ مساجد میں بھی یہ مسئلہ اٹھایا گیا۔ نمازیوں کو یہ بتایا گیا کہ علاقہ کے ایک رہائشی نے کچھ کتابیں لکھیں ہیں جن میں مبینہ طور پر محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ متعلقہ تھانہ کو باقاعدہ درخواست دی جا چکی ہے اور علاقہ کے علماء حضرات نے بھی پولیس سے ملاقات کی مگر وہ پرچہ درجہ کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہی۔ نمازیوں سے درخواست کی کہ وہ اس معاملہ میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں تاکہ اس مسئلہ کا قانونی حل نکالا جائے ورنہ دوسری صورت میں کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔

معاملہ چوں کہ پولیس کے سامنے آچکا ہے اور دوسری طرف علاقہ کے لوگوں اور میڈیا کو بھی اطلاعات فراہم کی جارہی ہیں اس لیے بہتر ہوگا کہ پولیس اس معاملہ کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے فوری طور پر ضروری کاروائی کرے۔ اگر متعلقہ شخص کے خلاف کیس بنتا ہے تو فوری ایف آئی آر درج کی جائے۔ دوسری صورت میں اگر الزامات غلط ثابت ہوتے ہیں تو ضروری وضاحت جاری کی جائے تاکہ معاملہ ہاتھ سے نہ نکلنے پائے۔

اس معاملہ میں مغرب اور لوکل این جی او۔ ڈالر مافیا سے مرعوب ہوئے بغیر اسلام آباد پولیس اور وزارت داخلہ کو اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ یہاں ایک اور داخلی معاملہ کا مختصراً تذکرہ ہوجائے۔ ایک قریبی عزیز کا فون آیا کہ کیا آپ نے اس ٹی وی چینل کو دیکھا جس کا نام دیسی اور تمام مواد تقریباً ولائتی ہے اور جو فحاشی وعریانی کے نئے ریکارڈ قائم کررہا ہے۔ اُن صاحب کا کہنا تھا کہ اس کے خلاف احتجاج ہونا چاہیے مگر میں سوچتا رہا کہ شاید ہماری اسلامی اور معاشرتی اقدار کی تباہی کا فیصلہ ہوچکا کیوں کہ فحاشی وعریانی کا یہ سارا دھندا متعلقہ حکومتی اداروں کی مرضی ومنشاء سے ہورہا ہے اور اس برائی کے خلاف میرے کئی کالم لکھنے کے باوجود ذمہ داروں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی بلکہ فحاشی وعریانیت کو پہلے سے زیادہ دکھایا جارہا ہے۔

گزشتہ ہفتہ ایک اینکر پرسن کو بھی میڈیا کے ذریعے پھیلائی جانے والی فحاشی پر تڑپتے دیکھا۔ سپریم کورٹ میں پہلے ہی فحاشی کا مسئلہ اُٹھایا جاچکا ہے۔ دوسروں سے تو کوئی امید ہی نہیں اس لیے میری چیف جسٹس صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اس معاملہ کو فوری اٹھائیں تاکہ فحاشی وعریانیت کے اُس حملہ کو روکا جاسکے جس پر اگر فوری توجہ نہ دی گئی تو ہم تباہ برباد ہوجائیں گے۔

تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ایک عظیم مصنف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیف و تالیف کا خاص ملکہ عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی لیے پیدا فرمایا تھا کہ آپ کی زبان و قلم سے علوم دینیہ کی اشاعت کریں۔ اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہتری کے لیے کوشش کریں۔ جو ایک زمانہ سے شرک و بدعت اور مادہ تقلید کے تاریک گڑھوں میں پڑی ہوئی تھی۔

شاہ صاحب نے تفسیر قرآن، علم تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم کلام، اسرار و رموز، عقائد، تاریخ و سیر، تصوف، مناظرہ غرض کوئی موضوع اور علم و فن ایسا نہیں ہے جس پر آپ نے مفید اور پراز معلومات اور محققانہ کتاب نہ لکھی ہو۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کی فہرست فن کے اعتبار سے دی جارہی ہے۔ اہم کتابوں کا تعارف بھی کرایا گیا ہے زبان کی بھی نشاندہی کی کوشش کی گئی ہے اور مطبوعہ وغیر مطبوعہ کے بارے میں بھی وضاحت کی گئی ہے۔

تفسیر

تفسیر اور علم تفسیر پر شاہ صاحب کی درجہ ذیل تصانیف ہیں۔

۱۔ فتح الرحمان فی ترجمۃ القرآن (فارسی)

۲۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (فارسی)

۳۔ فتح الخبیر (عربی)

(۱) فتح الرحمان فی ترجمۃ القرآن (فارسی)

علوم قرآن کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کا سب سے عظیم کارنامہ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ ہے۔ اس سلسلہ میں شاہ صاحب کو مصائب و آلام کا شکار بھی ہونا پڑا۔ اور آپ کو قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ لیکن آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنے مشن کی تکمیل کی۔

یہ ترجمہ مختصر ہے۔ اُس وقت قرآن مجید کے مطالب کو سمجھنا عربی تفاسیر پر منحصر تھا۔ جسے علمائے کرام اپنا ہی حصہ سمجھے بیٹھے تھے۔ اور عوام کلام الٰہی کا سمجھے سے قاصر تھے۔ اسی لیے اس وقت شاہ صاحب نے ضرورت محسوس کی کہ عوام کو بھی قرآن مجید کے مطالب ومعانی سے آگاہ ہونا چاہئے۔ اسوقت دفتری اور تعلیمی زبان فارسی تھی۔ اسلئے آپ نے محسوس کی کہ قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ اس کی مختصر تفسیر کی جائے تا کہ عوام قرآن مجید کے مطالب ومعانی سے واقف ہوں۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا تو آپ کی بہت مخالفت ہوئی لیکن آپ نے اپنی فہم وفراست اور حسنِ تدبیر سے اس معاملہ کو فع دفع کیا۔ اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات ذہن نشین کرائی کہ

قرآن مجید اس لئے نازل نہیں ہوا کہ اسے ریشمی جزدانوں میں بند کر کے طاقوں میں رکھ دیا جائے۔ بلکہ اس لئے نازل ہوا کہ لوگ اسے پڑھیں۔ اس کے معانی ومطالب کو سمجھیں۔ اور اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں۔ اسی لیے ضروری ہے کہ اس کا رائج الوقت زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا جائے۔

ترجمہ مختصر اور بلاغت وفصاحت کے لحاظ سے بڑا عمدہ ہے۔ جس طرح قرآن مجید فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ ترجمہ قرآن مجید کی ایک کرامت ہے۔ یہ ترجمہ بہت سی خصوصیات کا حامل ہے۔

(۲) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

(فارسی)

اہل علم کے حلقہ میں تدبر قرآن کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ کی ایک تجدیدی وانقلابی خدمت ''الفوز الکبیر'' کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اصول تفسیر ہے۔ اور اس میں آپ نے اصول تفسیر کے پیچیدہ اور طویل مباحث کو مختصر اور سہل عبارت میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول

اُن علوم پنجگانہ کے بیان میں ہے۔ جن کی طرف قرآن عظیم نے صراحت کے ساتھ راہنمائی کی ہے اور گویا قرآن مجید دراصل وہی علوم پنجگانہ ہیں۔

باب دوم
وجوہ خفاء نظم قرآن کے بیان میں ہے اور اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور مسئلہ نسخ پر مجتہدانہ انداز سے بحث کی ہے اور شاہ صاحب نے صرف چار آیات کا منسوخ ہونے کا اقرار کیا ہے۔

باب سوم
اس میں قرآنی لطائف اور اسلوب بدیع کی تشریح کی ہے۔

باب چہارم اس میں فنون تفسیر پر بحث کی ہے۔

اس کتاب کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم فرماتے ہیں۔شاہ صاحب کی کتاب ''الفوز الکبیر'' اگرچہ مختصر ہے لیکن پوری کتاب سراسر نکات وکلیات ہے اور درحقیقت ایک جلیل القدر عالم کی جس کو فہم قرآن کی مشکلات کا علمی تجربہ ہے۔ایک قیمتی اور نادر بیاض ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ج۵ ص۱۵۱)

مولانا رحیم بخش دہلوی مرحوم لکھتے ہیں
سچ پوچھئے تو اس مختصر رسالے نے بڑے بڑے تفاسیر کے دیکھنے اور برسوں کے مطالعہ کرنے سے شائقین کو مستغنی کردیا ہے۔

(حیات ولی ص۵۴۹)

(۳) فتح الخبیر (عربی)

اصول تفسیر میں الفوز الکبیر کا دوسرا حصہ ہے اور عربی میں ہے اس میں قرآن مجید کے مشکل الفاظ کی تشریح کی ہے۔

مولانا رحیم بخش دہلوی اس رسالہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

یہ رسالہ عربی زبان میں نہایت لاجواب ہے اور اعلیٰ درجہ کا لکھا گیا ہے۔قرآن مجید کے مشکل وغریب لغات سہل اور متعارفہ الفاظ میں حل کیے گئے ہیں اور جابجا قرآنی آیات کی تفسیر جناب نبی کریم ﷺ کی صحیح ومشہور احادیث اور صحابہ کرام کے مستند اقوال سے کی گئی ہے۔یہ ایک ایسی ضروری کتاب ہے جس سے قرآن مجید کے معانی پڑھنے والوں کا انتہا سے زیادہ مدد ملتی ہے اور وہ بآسانی قرآن مجید کے مطالب سمجھنے پر حاوی ہوجاتا ہے۔(حیات ولی ص۵۴۹)

حدیث ومتعلقات حدیث

حدیث نبوی ﷺ اور متعلقات حدیث پر شاہ صاحب نے جو کتابیں تصنیف کیں۔ وہ درجِ ذیل ہیں:

۱۔ المصفّٰی فی احادیث الموطا (فارسی)

۲۔ المسوّٰی فی احادیث الموطا (عربی)

۳۔ اربعون حدیثاً مسلسلۃ بالاشراف فی غالب سندھا (عربی)

۴۔ الارشاد الی مہمات الاسناد (عربی)

۵۔ الانتباہ فی اسناد حدیث رسول اللہ (فارسی)

۶۔ تراجم ابواب بخاری وشرح تراجم بعضی ابواب البخاری (عربی)

۷۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الکریم (عربی)

۸۔ النوادر من احادیث سید الاول والاواخر (عربی)

۱۔المصفّٰی فی احادیث الموطا (فارسی)

موطا حدیث کی مشہور کتاب ہے۔ اوراس کا شمار حدیث کی اول الکتب میں ہوتا ہے۔ اس کتاب کو امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) نے دوسری صدی میں تصنیف کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس کی شرح فارسی میں بنام المصفّٰی لکھی ہے۔

یہ شرح بڑی نفیس اور عمدہ ہے اور حدیث کی تحقیقات میں شاہ صاحب کے تبحر علمی، ذوق مطالعہ اور وسعت معلومات کی آئینہ دار ہے۔ یہ شرح شاہ صاحب کے مجتہدانہ کمال کو نمایاں کرتی ہے اوراس کے مطالعہ سے شاہ صاحب کے حدیث وفقہ میں جامع الکمالات ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ یہ شرح بڑے علمی فوائد اور تحقیقی نکات پر مشتمل ہے۔ اوراس کا شمار شاہ صاحب کی اہم کتابوں میں ہوتا ہے۔ یہ شرح دو جلدوں میں ہے۔ جلد اول مطبع فاروقی دہلی اور جلد دوم مطبع مرتضوی دہلی سے ۱۲۹۳ھ میں طبع ہوئی۔

۲۔المسوّٰی فی احادیث الموطا (عربی)

یہ موطا امام مالک کی عربی میں شرح ہے۔ یہ شرح بھی حضرت شاہ ولی اللہ کے علمی تبحر، وسعت مطالعہ اور ذوق تحقیق کی تماشا گاہ ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی خداداد قابلیت اور علمی تبحر کا کمال

دکھایا ہے اسی شرح میں حدیث کی شرح کے ساتھ بہت سے مسائل فقیہ کی تشریح بھی کی ہے۔
یہ شرح دہلی سے دو بار اور مکہ معظّمہ سے ایک بار ۱۳۵۰ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ اربعون حدیثا مسلسلة بالاشراف فی غالب سندھا (عربی)

یہ کتاب چالیس احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو جامع احادیث پر مشتمل ہے اور تمام کی تمام احادیث اصول دین سے متعلق ہیں۔
یہ رسالہ ۱۳۱۹ھ میں مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کا پہلا ترجمہ حضرت سید احمد شہید کے ایک خلیفہ سید عبداللہ مرحوم نے کیا۔ جو ۱۲۵۴ھ میں مطبع احمدی کلکتہ سے شائع ہوا۔
مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اس کتاب کا ترجمہ اور مختصر تشریح کی ہے۔ جو ''چہل حدیث ولی اللہی'' کے نام سے ہندوستان اور پاکستان میں شائع ہو چکی ہے۔

۴۔ الارشاد الی مہمات علم الاسناد (عربی)

یہ رسالہ علم الاسناد حدیث اور اس کے اثبات میں ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے اساتذہ وشیوخ حجاز کا ذکر کیا ہے۔ (مطبوع)

۵۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (فارسی)

اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلا حصہ تصوف کے بارے میں ہے اور دوسرے حصہ میں کتب حدیث فقہ کی آسانید اور حدیث وفقہ کے متعلق فوائد ہیں ۱۳۱۱ھ میں اس کا اُردو ترجمہ مطبع احمدی سے شائع ہوا۔

۶۔ تراجم البخاری (عربی)

صحیح بخاری کے ترجمہ الباب کی شرح ہے۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

۷۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی الکریم (عربی)

یہ رسالہ چالیس حدیث کا مجموعہ ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ کو اور ان کے نسبی بزرگوں کو نبی ﷺ سے جو مبشرات حاصل ہوئیں۔ اس میں ان کا بیان ہے۔
یہ رسالہ اپنے فن میں بے نظیر ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۰ء میں سہارن پور سے شائع ہو چکا ہے۔

اسرارِ شریعت

اسرار شریعت کے موضوع پر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور کتاب جس کا نام

(ا) حجۃ البالغہ (عربی) ہے۔

اس کتاب میں حکمت، تشریح، حدیث، فقہ، تصوف، اخلاق فلسفہ، جملہ علوم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ تمام عبادات و معاملات کو شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے۔ فقہاء اور محدثین کے اختلاف مذاہب کو نہایت عمدہ طریق سے بیان کیا گیا ہے۔ مذاہب اربعہ یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کی تحقیقات، مذاہب صحابہ وتابعین اور اقوال فقہاء وائمہ سے لے کر فقہ وحدیث کی بنیاد ازسرنو قائم کی ہے۔ اور اسرار شریعت اور مصالح حکام پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

مولانا شبلی نعمانی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

حجۃ البالغہ جس میں اُنہوں (شاہ صاحب) نے شریعت کے حقائق واسرار بیان کیے ہیں درحقیقت علم کلام کی روح وروا ں ہے علم کلام درحقیقت اس علم کا نام ہے کہ مذہب اسلام کی نسبت ثابت کیا جائے کہ وہ منزل من اللہ ہے مذہب دو چیزوں سے مرکب ہے۔ عقائد واحکام شاہ صاحب کے زمانے تک جس قدر تصنیفات لکھی جا چکی تھیں صرف پہلے حصے کے متعلق تھیں۔ دوسرے حصے کو کسی نے مس نہیں کیا تھا۔ شاہ صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر کتاب لکھی۔

(بحوالہ رودِ کوثر ص ۵۶۷)

حجۃ البالغہ اسرادین کی کتاب ہے اس میں شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ مذہب اسلام کے جو عقائد یا احکام ہیں ان میں کیا کیا مصلحتیں ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں۔

شاہ صاحب کی سب سے معرکۃ آلارا کتاب اور علمی کارنامہ ''حجۃ البالغہ'' جس میں دین ونظام شریعت کا ایک ایسا مربوط اور جامع اور مدلل نقشہ بیان کیا گیا ہے جس میں ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاق، علم الاجتماع وتمدن، سیاست واحسان کو ایک ایسے ربط وتعلق اور صحیح تناسب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہار کے موتی اور ایک زنجیر کی کڑیاں معلوم ہوتی ہیں۔

(تاریخ دعوت وعزیمت۔ ج ۵ ص ۲۱۵)

....

شہادتِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

عروج و کمالِ دیں تھی ، چاہت حسین کی
دیتی ہے یہ شہادت ، شہادت حسین کی
ہو مشنِ رسول ﷺ پر قربان جائیے
دیتی ہے یہ سبق شہادت حسین کی
سر دے کہ سر بلند کردے گا دین کو
لکھی تھی لوح میں یہ سعادت حسین کی
کرکے وضو وہیں ، اپنے لہو سے کی
تھی منفرد سی اس دن عبادت حسین کی
تمنا حضور ﷺ کی تھی کہ کٹ جائیں دین پر
یہ پوری ہوئی بصورت شہادت حسین کی
چلتے چلو جوانو! جنت کی راہ پر
ہوگی تمہیں میسر سیادت حسین کی
ظلم وجبر کے آگے ڈٹ جائے جو منیبؔ
حقیقت میں کی اسی نے اطاعت حسین کی

مولانا منیب الرحمٰن لدھیانوی

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

خاوندوں کی تکالیف کر برداشت کرنا

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

عورت کے لیے ضروری ہے کہ خاوند کی تکالیف پر غلام کی طرح صبر کرے، ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے سامنے بہت سی صفات کی جامع ایک باندی کی تعریف کی گئی، جب وہ عبدالملک کے سامنے حاضر ہوئی تو عبدالملک نے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا، باندی نے جواب دیا: میں اپنے دل کو یہ بات کبھی بھولنے نہیں دیتی کہ میں تیری ملکیت کی چیز ہوں۔'' عبدالملک نے یہ سن کر کہا: یہ خوبی پوری قیمت کے مقابلہ میں ہے۔''

لڑکی کو خاوند کے حقوق سے روشناس کروانا

عورت کے والدین خصوصاً ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ عورت کے خاوند کے حقوق سے روشناس کرائے اور اس کو خوب نصیحت کرے۔

عمرو بن سعیدؒ روایت کرتے ہیں: ''حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ پر سختی کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے کہا: ''میں ضرور بضرور حضورﷺ سے آپ کی شکایت کروں گی۔ لہٰذا وہ حضورؐ کی طرف چل دیں، حضرت علیؓ بھی ان کے پیچھے گئے اور ان کی گفتگو سننے کے لیے ایک جگہ کھڑے ہو گئے، حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کی سختی کی شکایت کی تو حضورﷺ نے فرمایا: ''اے میری پیاری بیٹی! توجہ کر، غور سے سن اور بات کو سمجھ، وہ بیوی ہرگز بیوی نہیں جو خاوند کی خواہشات نہ پوری کرے۔'' حضرت علیؓ خاموش کھڑے رہے، جب حضرت فاطمہؓ واپس آئیں تو حضرت علیؓ نے کہا: ''میں آئندہ ایسا کوئی کام نہ کروں گا جو آپ کو ناپسند ہو'۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ نے کہا: خدا کی قسم! میں بھی ایسا کوئی کام نہ کروں گی جو آپ کو ناپسند ہو۔''

ایک بزرگ نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور جب اس کی رخصتی کا وقت آیا تو اس کے پاس

تشریف لائے اور فرمایا: ''اے میری پیاری بیٹی! عورتیں اس بات کی زیادہ حقدار ہیں کہ تجھے ادب سکھائیں، لیکن میرے لیے بھی ضروری ہے کہ تجھے ادب سکھاؤں، تو اپنے خاوند کے لیے باندی بن جاؤ وہ تیرے لیے غلام بن جائے گا تو اس کے اتنا زیادہ قریب نہ ہو کہ وہ تجھے بیزار کردے، اور اتنی دور نہ ہو کہ تو اس کے لیے بوجھ بن جائے، اور وہ تیرے لیے بوجھ بن جائے تو اس کے لیے ایسے ہو جا جیسا کہ میں نے تیری ماں سے کہا تھا:

ترجمہ: ''تو مجھے معاف کردے تا کہ ہماری محبت میں ہمیشگی باقی رہے اور جب میں غضب ناک ہو جاؤں تو میری شرافت کے بارے میں لعن طعن نہ کر کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جب محبت اور تکلیف ایک دل میں جمع ہو جائیں تو دونوں ٹھہر نہیں سکتے اور محبت چلی جاتی ہے۔''

ایک سمجھدار عورت پر لازم ہے کہ جب اسے کوئی نیک شوہر مل جائے جو اس کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرتا ہو تو یہ اس کو راضی کرنے کی پوری کوشش کرے اور اس کو تکلیف دینے سے مکمل اجتناب کرے کیونکہ جب یہ اسے تکلیف دے گی اور اس کی ناگواری والا کام کرے گی تو اس کی ملامت کو لازم کرے گی اور یہ بات اس کے دل میں قرار پکڑے گی لہٰذا اسے جب موقع ملے گا تو اس بیوی کو چھوڑ دے گا یا کسی دوسری عورت کو اس پر ترجیح دے گا اور اسے تو مل ہی جائے گی، لیکن عورت کو شاید ایسا شوہر نہ مل سکے، اور یہ بات تو معلوم ہے کہ اچھی چیزوں کے بارے میں بھی بیزاری پیدا ہو جاتی ہے تو بری چیزوں کے بارے میں کیوں نہیں پیدا ہو سکتی۔

کرائے کے غسل خانوں میں جانے کی ممانعت

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص آخرت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو کرایہ کے حمام میں بغیر ازار (وہ لباس جس سے بدن کے نچلے حصہ کو چھپایا جائے) کے داخل نہ ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کی بیوی کرایہ کے حمام میں داخل نہ ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چل رہا ہو۔''

[ضعیف: رواہ الترمذی (۲۸۰۱) واحمد (۱۴۲۴۱)]

عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ''اے لوگو! میں نے رسول خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو حمام میں بغیر ازار کے داخل نہ ہو اور جو عورت اللہ اور

آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کرائے کے حمام میں داخل نہ ہو۔“

[ضعیف: انفرد بہ احمد (۱۲۶)

حضرت ابو ملیح ہذلیؒ فرماتے ہیں کہ: ”اہل حمص یا اہل شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا: ”تمہاری عورتیں حمام میں جاتی ہیں حالانکہ میں نے حضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب بھی کوئی عورت خاوند کے گھر کے علاوہ بے لباس ہوتی ہے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے (حیا کے) پردہ کو پھاڑ دیتی ہے۔“

[حسن : رواہ ابو داؤد (۴۰۱۰) والترمذی (۲۸۰۳) وابن ماجہ (۳۷۵۰) والدارمی (۲۶۵۱) واحمد (۲۴۸۷۹)]

شرح حدیث:

امام خطابیؒ معالم السنن میں فرماتے ہیں:

”حضورﷺ نے فرمایا: ”جو عورت خاوند کے گھر کے علاوہ بے لباس ہوتی ہے وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے حیا کے پردہ کو پھاڑ دیتی ہے۔“ کیونکہ وہ اجنبی مرد سے پردہ کرنے کی مامور ہے یہاں تک کہ عورت کے لیے مناسب ہے کہ وہ سوائے خاوند کی موجودگی میں خلوت کی حالت میں بے لباس نہ ہو، لہٰذا جب وہ حمام میں اپنے اعضاء کو بغیر کسی ضرورت کے ظاہر کردے گی تو وہ اس پردے کو پھاڑنے والی ہوگی جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا۔

امام طیبیؒ فرماتے ہیں: ”یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس کو اس لیے اتارا تا کہ اس کے ذریعہ شرمگاہوں کو چھپایا جائے اور یہی تقویٰ کا لباس ہے جب عورت اللہ سے نہ ڈرے اور اپنی شرمگاہ کو ظاہر کردے تو اپنے اور اللہ کے درمیان سے حیا کے پردے کو پھاڑنے والی قرار دی جائے گی“

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ”کسی ایمان والی عورت کے بغیر بیماری کے کرائے کے حمام میں داخل ہونا جائز نہیں، کیونکہ میں نے حضرت عائشہؓ کو فرماتے ہوئے سنا (وہ فرماتی ہیں): میں نے رسول خداﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو عورت اپنی اوڑھنی کو خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ اتارے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان حائل حیاء کے پردے کو پھاڑ دیتی ہے۔“

[الحدیث ذکرہ ابن مفلح الحنبلی فی کتابہ الآداب الشرعیہ وقال اسنادہ جید]

وھب کنانی کی اہلیہ حضرت مہرہ فرماتی ہیں: ''ہم حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' انہوں نے پوچھا: ''تم کرایہ کے حمام میں داخل ہونے والی عورتیں ہو؟'' جب انہیں ہاں میں جواب دیا گیا تو انہوں نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور نرمی کے ساتھ باہر نکلوا دیا۔''

عبداللہ بن عمرو ؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''عنقریب تمہارے لیے عجم کی سرزمین فتح ہوگی اور تم اس میں ایسے کمرے پاؤ گے جنہیں ''حمام'' کہا جاتا ہوگا ان میں مرد بغیر ازار کے داخل نہ ہوں اور عورتوں کو ان سے منع کرو مگر یہ کہ وہ مریض ہوں یا نفاس کی حالت میں ہوں۔''

[ضعیف: رواہ ابوداؤد (۴۰۱۱) وابن ماجہ (۳۷۴۸)]

امام جوزیؒ فرماتے ہیں:

''علماء کی جماعت نے مطلق طور پر عورتوں کے حمام میں داخل ہونے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ مگر کسی علت کی وجہ سے اس کا جواز ملتا ہے یعنی اگر کوئی ایسی بیماری ہو جو محض حمام میں جا کر نہانے سے ہی ختم ہو یا حیض اور نفاس کی وجہ سے غسل کی ضرورت ہو یا سردی میں غسل کی احتیاج ہو اور پانی کا گرم کرنا ممکن نہ ہو۔''

یہ حکم ہمارے زمانہ کی عورتوں کے لیے مشکل ہے کیونکہ انہوں نے شروع سے حمام کو استعمال کیا ہے لیکن عرب عورتوں اور ان عورتوں کے لیے جو حمام کو جانتی بھی نہ ہوں کوئی مشکل نہیں ہے مذکورہ حکم میں شدت چند وجوہات کی بنا پر ہے۔

(۱) اجنبی کے گھر میں داخل ہونا اور خطرہ مول لینا (۲) ستر کا اس حال میں کھولنا کہ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ مکمل طور پر پوشیدہ جگہ ہے' لہٰذا جب عورت خطرہ مول لینے اور ستر کے ظاہر ہونے سے مامون اور اس کی حاجت بھی ہو تو بلا کراہت حمام میں جانا جائز ہے۔ اور اگر کوئی حاجت نہ ہو تو یہ کراہت سے خالی نہیں۔

جب عورت حمام میں داخل ہونے کی محتاج ہو اور خدشات سے مامون ہو تو اس کے لیے حمام میں جانا جائز ہے لیکن اس کے لیے کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں اور نہ ہی کسی عورت کو اپنی شرمگاہ دکھانا جائز ہے۔ [الآداب الشرعیہ والمنع المرعیة الامام ابن مفلح الحنبلی (۳/۳۳۷)]

بچوں کے صفحات

جوئے کا وبال

پورے محلے میں دھوم مچ گئی۔ شیخ بابر کا تیس لاکھ (30,00000) روپے کا انعام نکلا تھا۔ وہ کوئی غریب آدمی نہیں تھے، اچھلے بھلے دولت مند تھے، ان کا ایک بڑا اسٹور تھا، وہ بہت چلتا تھا، کسی چیز کی کوئی کمی نہیں تھی، اس کے باوجود وہ انعامی بانڈز کی پرچیاں خریدتے تھے کہ شاید انعام نکل آئے اور اس مرض میں تو پورا محلّہ مبتلا تھا۔

اب جوان کا تیس لاکھ روپے کا انعام نکلا تو شور مچ گیا۔ شیخ صاحب پہلے تو خبر سن کر بے قابو ہو گئے، دماغ قابو میں نہ رہا، پھر آہستہ آہستہ معمول پر آگئے، خوب مٹھائیاں کھائی گئیں، دوستوں اور رشتے داروں کو کھلائی گئیں۔

ان کا تیس لاکھ روپے انعام نکلنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ محلے کے لوگ پہلے سے بھی زیادہ زوروشور سے پرچیاں خریدنے لگے۔ کوئی یہ سوچنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ یہ جوا ہے اور جوا بہرحال حرام ہے۔ اچھے اچھے اس برائی میں مبتلا ہو گئے۔

دوسری طرف شیخ بابر پر جنون سوار ہو گیا اور وہ اور زوروشور سے پرچیاں خریدنے لگے۔ ہر بار سینکڑوں کے حساب سے پرچیاں خریدی جاتیں...... دوسرے لوگ بھی اپنی طاقت سے بڑھ چڑھ کر پرچیاں خریدتے۔ ہر شخص ہر مرتبہ انعام کی امید لگاتا اور ہر مرتبہ امید دم توڑ دیتی۔

اس طرح ایک مدت گزر گئی، اچانک محلے میں ایک خبر اڑی...... سب لوگ اس خبر کو سن کر حیرت زدہ رہ گئے۔ خبر یہ تھی: شیخ بابر اپنا اسٹور فروخت کر رہے ہیں۔

اس خبر پر کسی کو یقین نہ آیا، ان کے خیال میں تو وہ بہت دولت مند تھے، ان کا تو تیس لاکھ روپے کا انعام نکلا تھا۔ اسٹور پہلے ہی چل رہا تھا۔ محلے کے چند عمر رسیدہ لوگ ان کے پاس گئے۔ وہ اداس انداز میں ان سے ملے۔

’’شیخ صاحب! یہ ہم نے کیا سنا ہے، آپ اپنا اسٹور فروخت کر رہے ہیں۔‘‘

’’ہاں! آپ نے بالکل درست سنا ہے۔‘‘ انہوں نے ایک لمبی سرد آہ بھری۔

’’لیکن کیوں! ایسی کون سی بات ہوگئی؟‘‘ ایک محلے دار نے پوچھا۔

’’میں مجبور ہوگیا ہوں، مجھ پر قرض چڑھ گیا ہے، اب اسٹور بیچ کر قرض اتارنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔‘‘

’’کیا کہا آپ نے، آپ پر قرض ہے، لیکن آپ تو بہت دولت مند ہیں، آپ کا تو تیس لاکھ کا انعام نکلا تھا۔‘‘ دوسرے نے حیران ہوکر پوچھا۔

’’ہاں نکلا تھا...... میں کبھی دولت مند تھا، اب نہیں۔‘‘ یہ کہتے ہوئے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

’’یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، ہم کچھ سمجھے نہیں۔‘‘

’’میں بتاتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں، میری یہ باتیں پورے محلے کو سنادیں...... بل کہ پورے شہر کو سنادیں...... نہیں نہیں...... پورے ملک کو سنادیں...... پرچیوں کے اس کام میں کچھ نہیں رکھا۔ سوائے تباہی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا، میرا تیس لاکھ کا انعام کیا نکلا، مجھ پر بھوت سوار ہوگیا، دھڑا دھڑ پرچیاں خریدنے لگا۔ اس طرح دولت پر لگا کر اڑتی چلی گئی، یہاں تک کہ تیس کے تیس لاکھ روپے ضائع کر بیٹھا، لیکن پھر کبھی انعام نہ نکلنا تھا نہ نکلا۔ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس میں بظاہر اگر فائدہ بھی ہو تو وہ فائدہ وقتی ہوتا ہے اور نقصان ہو جاتا ہے اور آخرت تو ویسے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ناراضگی والے کام کرنے سے گئی۔

’’اوہ...... کیا کہا آپ نے...... تیس لاکھ روپے آپ ختم کر چکے ہیں۔‘‘ وہ چلاّئے۔

’’ہاں! یہی بات ہے، بل کہ اس کے بعد میں قرض لے کر اور بھی برباد کر چکا ہوں، اب وہ قرض اتارنا ہے۔‘‘

’’لیکن اسٹور بیچ کر کیا کریں گے۔‘‘ ایک محلے دار نے پوچھا۔

میرے چاروں طرف صرف اندھیرا ہے...... آپ مجھ سے کچھ اور نہ پوچھیں......‘‘

ان کی آواز ڈوبتی چلی گئی...... محلے والے بت بنے ان کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ اسطرح

ساکت ہو چکے تھے جیسے اب کبھی حرکت ہی نہیں کریں گے۔

فائدہ: دوستو......! بانڈز پر جو انعامی رقم ملتی ہے وہ سود کی ہوتی، اسے لینا جائز نہیں اس میں جو بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سودی لین دین والے معاملات سے منع فرمایا ہے۔ حرام راستے سے جو مال آتا ہے وہ اصل اور حلال مال کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ اور اس سے فائدہ ہونا بظاہر تو نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں فائدہ نہیں ہوتا، بل کہ نقصان ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم توڑنے کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچائیں اور حرام مال سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

دعائے مغفرت

میرے نانا حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ کے عاشق اور والد محترم حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کے رفیق

جناب حکیم نذیر صاحب

قضائے الٰہی سے بروز جمعۃ المبارک ۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ بمطابق 14 دسمبر 2012 وفات پا گئے ہیں۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور انکے درجات کو بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ انکے غم میں برابر کا شریک ہے۔

ماہنامہ ملیہ کیلئے مضامین بھیجنے والے حضرات متوجہ ہوں!

رسالہ کے صفحات آپ کی نگارشات کیلئے حاضر ہیں

برائے مہربانی اپنے مضامین ان پیج (INPAGE) میں ٹائپ کروا کر ہماری ای میل milliafsd@yahoo.com پر اس ان پیج فائل کو Attach کر کے بھجوائیں۔ یا پوسٹ کریں۔ دفتر ماہنامہ ملیہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، محلہ خالصہ کالج، فیصل آباد

مسلمانوں! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ نا سمجھ افراد یورپی ممالک میں جاکر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جاسکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہوسکتی ہے، اگر ہوسکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔لہذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہوگیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہوسکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہو۔اس کے بعد وہ توبہ کرے۔اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہوگئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم سشاد ، نیویارک (امریکہ)

MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com
Fax # 041-8502213